ابنِ صفی

جلد نمبر
41

جاسوسی دنیا

121- شکاری پرچھائیاں

122- پرچھائیوں کے حملے

123- سائیوں کا ٹکراؤ

124- ہمزاد کا مسکن

جاسوسی دنیا نمبر 122

پرچھائیوں کے حملے

(دوسرا حصہ)

پیشرس

''شکاری پرچھائیاں'' کے بعد ''پرچھائیوں کے حملے'' حاضر ہے۔ پچھلی کتاب کی پسندیدگی کا شکریہ۔ یہ سلسلہ طول پکڑتا نظر آ رہا ہے جیسا کہ آپ خود دیکھیں گے۔ زیرِ نظر کتاب میں وہ سب کچھ نہیں سمیٹا جا سکا جو آپ اس کے اشتہار میں دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا بقیہ معاملات اگلی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ خصوصیت سے آپ کو حمید کے ''وحشیانہ'' رقص کا انتظار ہو گا۔ ابھی تو وہ بیچارہ اونگھ رہا ہے۔ خود اسے بھی کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں مل سکا غرضیکہ کہانی ابھی بن رہی ہے اور کچھ دشواریاں آپ کے مشاورتی خطوط بھی پیدا کر رہے ہیں۔ کہانی میں یہ ہونا چاہئے، وہ نہ ہونا چاہئے۔ یا اس سے یہ کام لیا جائے اور اس سے وہ کام نہ لیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اس ''استرے کی دھار'' پر سے بھی گزرنا ہی ہے۔ دیکھئے قطرے کے گہر ہونے تک بیچارے مصنف پر کیا گزرتی ہے۔

اس بار ایک صاحبزادے کے خط نے بڑی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ آپ اپنے ہر ناول کے سرورق پر عورت کی تصویر کیوں چھاپتے ہیں۔ دیکھئے نا ہمارے بزرگ سرورق کی تصویر کی وجہ سے ہمیں آپ کے ناول نہیں پڑھنے دیتے ان کے خیال میں جس ناول کا سرورق ایسا ہو وہ اندر سے کیا ہو گا۔ (میری عمر 16 سال ہے)''

یہی سب سے بڑی دشواری ہے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے لیکن خدارا آپ بزرگ ہو

جانے کے بعد اپنے بچوں پر ایسی پابندیاں نہ لگائیے گا۔ سرورق پر عورت ہی تو ہوتی ہے۔ شیطان الرجیم تو نہیں ہوتا اور میری کتابوں کے سراوراق کی عورت کسی ناشائستہ پوز میں بھی نہیں ہوتی۔ ویسے یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح جما لیجئے کہ یہ سارے بزرگ کسی عورت ہی کی وجہ سے درجہ بزرگی پر فائز ہوئے ہیں۔ باوا آدم کی طرح براہ راست دست قدرت کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔ عورت اور مرد کے علاوہ دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے۔ بس مرد ذرا صورت حرام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تصویر کیا چھاپی جائے۔ اگر آپ کے بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ قصے کہانیوں کی کتابیں نہ پڑھیں تو آپ کو ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہئے۔ پچیس تیس سال کے ہو جانے کے بعد پڑھ لیجئے گا۔ یا پھر خود بزرگ ہو جانے کا انتظار کیجئے۔ کیونکہ بہتیرے بزرگ بچوں سے چھپا کر میری کتابیں پڑھتے ہیں لیکن ایسے بزرگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو اپنے بچوں کے لیے صرف میری کتابیں خریدتے ہیں۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ بعض بزرگ کہانیاں اس لیے نہیں پڑھنے دیتے کہ پھر ان کا دل کورس کی کتابوں میں نہیں لگے گا ورنہ میری کتابیں تو بچوں جوانوں اور بوڑھوں کے لیے یکساں ''مفید'' سمجھی جاتی ہیں۔ یقین نہ آئے تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجئے گا۔ خواہ وہ ''ادب'' کا ڈاکٹر ہو خواہ ''ادویات'' کا۔

ویسے میاں آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ کی وجہ سے ''پیشرس'' بھی میں نے بہ آسانی لکھ لیا۔ میرے لیے یہی دو صفحات بڑے دشوار ہوتے ہیں۔

والسلام

ابن صفی

قاسم سوچ رہا تھا کہ یہ ہسپتال بڑی شاندار جگہ ہے۔ بس سکون سے لیٹے خوبصورت نرس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھا کرو۔ جب بھی گھر سے بیزار ہوئے کسی اعلیٰ درجے کے ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں آپڑے اور انگیج کر لی ایک ہمہ وقت ڈیوٹی والی خوبصورت سی نرس..... ہائے کیسے پیار سے بولتی ہے۔ مسکراتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے حلوہ ہوئی جا رہی ہو۔

وہ تکیئے کے سہارے بستر پر نیم دراز تھا اور نرس تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھی کسی فلمی رسالے کے ورق الٹ رہی تھی۔ دفعتاً سر اٹھا کر بولی ''آپ کی شادی تو نہ ہوئی ہوگی جناب۔''

قاسم بوکھلا گیا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک اس قسم کا کوئی سوال کر بیٹھے گی۔

''قیاقروغی پوچھ کر۔'' الفاظ حلق میں اٹکنے لگے۔

''میری ایک خالہ زاد بہن ہیں ان کی بھی شادی نہیں ہوئی۔ آپ ہی کی طرح بہت بڑی ہیں۔ سارے مرد ان کے سامنے بھنگے سے لگتے ہیں۔ کسی کی ہمت ہی نہیں پڑتی کہ ان کے لیے پیغام دے۔ ویسے بڑا اچھا ناک نقشہ ہے۔ گوری چٹی ہیں۔''

''اچھا!'' قاسم ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''جی ہاں بہت اچھی ہیں..... آپ نے ان کا نام ضرور سنا ہوگا عورتوں کو فری اسٹائل کشتی لڑنا سکھاتی ہیں۔''

''اچھا..... اچھا.....!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''وہ تو نہیں..... کیا نام ہے۔''

''شاہینہ.....!''

''اف۔فوہ.....وہ آپ کی کھالا زاد ہیں.....!''

''جی ہاں اگر امریکہ ہوتیں تو لاکھوں ڈالر کی جائیداد ہوتی ان کے پاس لیکن یہاں کیا ہے۔ بیچاری کے اکھاڑے میں ورزش کا سارا سامان بھی نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔بس اعتراض کرنے والے بہت ہیں۔ کہتے ہیں جانگھیا پہن کر کشتی لڑتی ہے۔ بے غیرت کہیں کی۔

''قون قہتا ہے.....!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔''مجھے بتاؤ۔گردن مروڑ دوں گا ایک ایک کی۔''

''تو آپ کا خیال ہے کہ وہ بے غیرت نہیں ہے!''

''ہرگز نہیں۔قوم کی عزت پہلوانوں سے ہے.....!''

''مگر وہ تو عورت ہیں۔''

''قوئی پرواہ نہیں..... برابر کے حقوق..... برابر کی لنگوٹی.....عورت مرد کا درجہ برابر ہے۔ مرد لنگوٹی میں لڑے گا تو وہ بھی لنگوٹی میں لڑے گی اور نہیں تو قیا غرارہ پہن کر لڑے گی۔ بے غیرت قہنے والے اُلو ہیں۔ میں تمہاری کھالا زاد کے اکھاڑے کی مدد قروں غا!''

''اوہ تو آپ کو بھی پہلوانی سے لگاؤ ہے!''

''بہت زیادہ۔اپنی کھالا زاد کو مجھ سے ملواؤ.....!''

''یہی تو مصیبت ہے وہ خود کسی سے ملنے نہیں جاتیں ورنہ مدد ہی مدد مل جاتی۔''

''میں خود ان سے ملنے چلوں گا.....!''

''یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔''

''چلو.....اٹھو۔''

''ابھی!''اس نے حیرت سے کہا۔''ابھی تو آپ کی طبیعت خراب ہے۔''

''نہیں اب ٹھیک ہے۔''

''پھر بھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔''

''پوری زندگی پڑی ہے ضرورت پوری کرنے کے لیے۔ پھر قراوں غا.....ابھی تو اس

کی ضرورت ہے کہ شاہینہ پہلوان کی مدد کی جائے۔''

''لیکن ان سے ملنے کے لیے وقت لینا پڑے گا۔ آج ہی ناممکن ہے۔''

''تمہاری مرضی۔'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر مردہ سی آواز میں بولا اور وہ عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر قاسم نے کہا۔ ''طاقت ور تو میں بھی بہت ہوں لیکن مجھے پہلوانی کے داؤ پیچ نہیں آتے۔''

''اگر آپ کہیں گے تو وہ آپ کو سکھا دیں گی.....!''

''مم.....مجھ کو۔'' قاسم تھوک نگل گیا کر رہ گیا۔

''کیا حرج ہے؟''

''مم.....مطلب یہ کہ مجھ کو کیسے.....!''

''اسی طرح جیسے سب کو سکھاتی ہیں.....!''

قاسم چھت پر نظر جمائے ہوئے منہ چلانے لگا۔ عین اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ قاسم کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ حمید کی آمد کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ نرس دروازے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ ''ٹھہر جاؤ۔''

وہ رک گئی۔ اشارے سے اسے اپنے قریب بلا کر آہستہ سے کہا۔ ''اگر قپتان حمید ہو تو اس کے سامنے شاہینہ پہلوان کا ذکر نہ کرنا۔''

''بہت اچھا جناب!''

پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ایک برقعہ پوش عورت سامنے کھڑی نظر آئی نقاب چہرے پر پڑا ہوا تھا۔

''کیا قاسم صاحب یہیں ہیں!'' اس نے نرس سے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' نرس پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے نقاب الٹ دیا اور بیچاری نرس بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ قاسم بھی ہڑ بڑا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''آ.....آ.....آپ مس شاداں ہیں.....!'' نرس ہکلائی۔

لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر قاسم کے بستر کی طرف بڑھ آئی اور برقعہ اتار کر

کرسی پر ڈالتی ہوئی بڑے پیار سے بولی۔ ''مجھے کیپٹن حمید سے معلوم ہوا کہ آپ یک بیک بیمار ہو گئے ہیں۔ اب کیسی طبیعت ہے۔ پلیز آپ لیٹ جایئے تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔''

''مم..... میں ٹھیک ہوں.....!'' قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

''میں انتظار ہی کرتی رہ گئی تھی۔ آپ نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔''

''بس بیمار ہو گیا.....!''

''آپ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''ارے میں..... ہی ہی ہی ہی.....!''

شاداں نے مڑ کر نرس کی طرف دیکھا اور وہ بوکھلا کر بولی۔ ''مس شاداں! آپ چائے پئیں گی یا کافی۔''

''جو دل چاہے پلا دیجئے لیکن خدارا کسی کو معلوم نہ ہونے پائے کہ میں یہاں ہوں!''

''ہرگز نہیں..... میں سمجھتی ہوں۔'' وہ پُرمسرت لہجے میں بولی اور کمرے سے چلی گئی۔

''کیا یہ ہر وقت سر پر مسلط رہتی ہے۔'' شاداں نے قاسم سے پوچھا۔

''جج۔ جی ہاں۔ دیکھ بھال قرتی ہے بیچاری!''

''بیچاری تو نہیں معلوم ہوتی۔'' وہ اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی اور قاسم گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''خیر ہاں..... تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ میرے حواس پر چھا گئے ہیں!''

''قق قیوں!'' قاسم کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

''کاش میں وجہ جانتی ہوتی۔'' وہ طویل سانس لے کر دردناک لہجے میں بولی۔

قاسم کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کیونکہ وہ شاداں کی آنکھوں میں رو دینے کا سا تاثر بھی دیکھ رہا تھا لیکن خود اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔ کس طرح کہنا چاہئے۔

''سونا چاہتی ہوں لیکن نیند نہیں آتی۔'' وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

''مم..... میں ڈاکٹر کو بلاؤں.....!'' قاسم نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

''آہ..... کتنے بھولے ہیں آپ!''

قاسم پھر منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ اس کے جواب میں کیا کہتا۔ اس کے لیے بالکل نئی سچویشن

تھی۔ شاداں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی ہجر کی ماری ہیروئن ہیرو سے اپنا دکھڑا رو رہی ہو۔ ناممکن نہیں کہ قاسم نے ایسے خواب نہ دیکھے ہوں لیکن جیتی جاگتی زندگی میں پہلے کبھی ایسے حالات سے دو چار نہیں ہوا تھا۔ الجھن بڑھی تو بوکھلا کر بولا۔ ''میں آپ کے لیے کیا کروں۔''

''میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میرے لیے کیا کریں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''ڈاکٹر سے پوچھوں؟''

''ڈاکٹر کیا بتا سکے گا۔''

''پھر کون بتائے گا؟''

''کوئی بھی نہیں۔ اس کا فیصلہ تو ہم خود کریں گے کہ ایک دوسرے کیلئے کیا کر سکتے ہیں!''

''اچھا تو پھر کیجئے فیصلہ!''

''آپ میرے ہو جائیے۔'' وہ نظریں جھکا کر آہستہ سے بولی اور قاسم کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کو پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا دیا ہو۔

سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا اسے ٹکر ٹکر دیکھتا رہ گیا۔

اتنے میں نرس پلٹ آئی اور بات جہاں تہاں رہ گئی۔ کافی کی ٹرے اس نے میز پر رکھ دی اور شاداں سے پوچھنے لگی کہ وہ کافی میں شکر کتنی لیتی ہے۔

''جتنی تمہاری سمجھ میں آئے۔'' شاداں نے بیزاری سے کہا۔ نرس کی واپسی نے سچویشن کی کلائمکس پر پانی پھیر دیا تھا۔ قاسم کی آنکھوں میں بھی کسی قدر جھنجھلاہٹ کے آثار پائے جاتے تھے۔

نرس اس کے لیے کافی بناتی اور بتاتی رہی کہ اس نے اس کی کتنی فلمیں دیکھی ہیں۔

''اچھا بس!'' قاسم ہاتھ اٹھا کر غرایا۔ ''یہ تم سے یہ نہیں پوچھنے آئیں کہ تم نے ان کی کتنی فلمیں دیکھی ہیں۔''

''جی۔'' نرس ہکا بکا رہ گئی۔

''ہاں ہاں! میں تو صرف انہیں دیکھنے آئی ہوں۔'' شاداں نے بڑے بھولپن سے کہا۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔'' نرس نروس ہو کر بولی۔

''اوہ نہیں! میں تمہیں اپنے آٹو گراف دے کر جاؤں گی۔''

''بہت بہت شکریہ!'' نرس نے سنبھالا لیا۔ شاید وہ سمجھ گئی تھی کہ ان دونوں کو اس کی موجودگی گراں گزر رہی ہے۔

جلدی جلدی انہیں کافی کی پیالیاں تھما کر کمرے سے نکل گئی۔

''سمجھدار معلوم ہوتی ہے۔'' شاداں مسکرا کر بولی۔

''جی ہاں۔ جی ہاں۔''

''تو پھر آپ نے کیا سوچا؟''

''میں قیا سوچوں؟''

''یعنی بات پھر وہیں جا پہنچی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔'' شاداں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''کہاں سے شروع ہوئی تھی؟''

''واقعی آپ بہت بھولے ہیں۔ خیر میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔ ایک دن آپ خود ہی سمجھ جائیں گے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ تر ساتھ رہیں۔''

''جی ہاں اور قیا!'' قاسم ہونقوں کی طرح بولا۔

''لیکن یہ تو آپ سوچ سکیں گے کہ اسے کس طرح ممکن بنایا جائے۔''

''جس طرح بھی بن سکے بنا لیجئے۔''

''اجازت ہے آپ کی۔''

''بلقل بلقل!'' قاسم سر ہلا کر بڑے خلوص سے بولا۔

''میرے بزنس پارٹنر بن جائیے۔ اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ ساتھ رہ سکیں گے۔''

''میں تیار ہوں۔''

''آپ سرمایہ لگائیے۔ میں فلمیں بناؤں۔''

''پکی بات۔'' قاسم نے ہاتھ بڑھا کر کہا اور وہ بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''پکی بات۔''

''ابھی چلوں سرمایہ لگانے۔''

''اوہ۔ ابھی تو آپ آرام کیجئے۔''

''نہیں۔ بس جو کچھ ہونا ہے ابھی ہو جائے۔'' قاسم بستر سے اترتا ہوا بولا۔ ''ابھی جا کر

حساب کرتا ہوں۔''

''آپ کیا کریں گے؟''

''ارے سرمایہ لگاؤں گا۔''

''کس طرح لگائیں گے۔''

''جس طرح آپ کہیں گی۔''

''بیٹھ جایئے۔ میری پوری بات سن لیجئے۔''

قاسم بیٹھ گیا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

''کم از کم پندرہ لاکھ.....!''

''کوئی بات نہیں پندرہ لاکھ ہی سہی!'' قاسم اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی بول پڑا۔

''اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت قریب سے دیکھ سکیں گے۔'' شاداں طویل سانس لے کر بولی۔

''سب ٹھیک ہے۔ دیکھا جائے گا۔''

''میں چراغ الہ دین کی پیروڈی فلمانا چاہتی ہوں۔''

''واہ وا۔ مزہ آجائے گا۔'' قاسم قہقہہ لگا کر بولا۔

''اگر آپ چراغ کے جن کے رول میں آئیں تو سارے ملک میں تہلکہ پڑ جائے۔''

''مم.....میں.....نن نہیں۔'' قاسم ہانپنے لگا۔

''کیا حرج ہے!''

''سارا سرمایہ چھین لیا جائے گا.....میں ابھی یتیم نہیں ہوا۔''

''میں سمجھ گئی۔ آپ عاصم صاحب سے ڈرتے ہیں۔ وہ بہت مذہبی آدمی ہیں۔''

''جی ہاں!'' قاسم تھوک نگل کر بولا۔

''وہ آپ کو پہچان ہی نہ سکیں گے!''

''پہچان لیں گے۔ میرے باپ ہیں۔''

''ایسا زبردست میک اپ ہوگا۔ کہ آپ خود بھی اپنے آپ کو نہ پہچان سکیں گے۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔ اچھا پھر میں جا کر ہسپتال والوں کا حساب کرتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں آپ کا انتظار کروں گی!'' وہ بڑے رومینٹک انداز میں بولی۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق والگو کی موت کثرت شراب نوشی کی بنا پر حرکت قلب بند ہو جانے سے واقع ہوئی تھی۔ جس ہٹ میں وہ مقیم تھا اس کے دھماکے سے تباہ ہو جانے کے بارے میں اخبارات میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی گئی تھیں۔ کسی نے والگو کا تعلق اسمگلروں سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور کسی کے خیال کے مطابق وہ غیر قانونی طور پر منشیات کا تقسیم کار تھا۔ اس کی حیثیت کے بارے میں فریدی کے محکمے نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور حمید کا ذہن ان آنکھوں میں الجھ کر رہ گیا تھا جو والگو کی جیب سے برآمد ہونے والے کارڈ کی پشت پر بنی ہوئی تھیں۔

کہاں دیکھی تھیں ویسی آنکھیں..... کب دیکھی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کچھ یاد آتے آتے رہ جاتا ہو۔

فریدی نے اس کے بارے میں کوئی خیال ظاہر نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کا اعتراف اس نے بھی کر لیا تھا کہ کچھ جانی پہچانی سی آنکھیں لگتی ہیں۔

''لیکن ان آنکھوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟''

''کسی گروہ کا نشان ہو سکتا ہے۔ جس کے افراد ایک دوسرے کی شناخت کے لیے اسے استعمال کرتے ہوں۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''اس کا مطلب ہوا کہ کوئی بہت بڑا گروہ ہے جس کے سارے افراد عام حالات میں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں ورنہ شناختی نشان کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔''

''یہ تجزیہ بھی درست ہی لگتا ہے۔'' فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ خود نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔

''بہرحال!'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''والگو کے بعد اب اور کوئی ہماری نظروں

میں نہیں ہے! اوہ۔ مگر وہ زخمی حملہ آور بھی تو ہے!''

''نہیں ایسا تو نہیں ہے۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''والگو کی نگرانی کرنے والے نے دو ایسے افراد کی نشاندہی کی ہے جو والگو کی نگرانی کرتے رہے تھے اور پھر اس ہٹ کے آس پاس منڈلاتے رہے تھے جس میں والگو نے مرنے سے قبل قیام کیا تھا۔''

''زخمی حملہ آور ابھی تک بیہوش ہے حالانکہ خواب آور انجکشنوں کا سلسلہ روک دیا گیا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''میں اس کے بارے میں نہیں سوچ رہا۔ میری دانست میں وہ ہوش میں آئے بغیر ہی ختم ہو جائے گا۔''

''حالانکہ ایسا ہونا نہ چاہئے۔ آپ کی گولی اس کی ران میں لگی تھی۔''

''اس کے سلسلے میں بھی کوئی گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔''

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے ہاتھ اس تک بھی پہنچے ہیں۔''

''خدا ہی جانے.....!'' فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

ٹھیک اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''فریدی اسپیکنگ!'' اس نے ریسیور کان سے لگا کر ماؤتھ پیس میں کہا اور ماتھے پر شکنیں ڈالے دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ مر چکا ہے.....ہوں.....ہوں۔ فریب نظر بھی ہو سکتا ہے۔ خیر میں دیکھوں گا.....ٹھہرو..... پتہ پھر سے بتاؤ۔'' فریدی نے ریسیور بائیں ہاتھ میں منتقل کیا اور دائیں ہاتھ سے پنسل اٹھا کر پیڈ پر کچھ لکھنے لگا۔ پھر ''خدا حافظ'' کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کیا قصہ ہے!'' حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''شاید اب ہمیں شکار کرنے کے لیے چارہ پھینکا گیا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''انور نے ایک دلچسپ کہانی سنائی ہے۔''

''کیسی کہانی؟''

''اور اسی کہانی کے توسط سے مجھے یاد آ گیا ہے کہ وہ آنکھیں کس کی ہو سکتی ہیں!''

''پہیلیاں مت بجھوایئے۔ جلدی سے بتا دیجئے۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''تمہیں جیرالڈ شاستری یاد ہے نا۔''

''خدا کی پناہ!'' حمید اچھل پڑا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ واقعی وہ غیر معمولی بناوٹ والی آنکھیں جیرالڈ شاستری ہی کی تھیں۔ اس کا سراپا حمید کی آنکھوں میں پھر گیا۔

''انور کا بیان ہے کہ اس نے کچھ دیر بعد پہلے جیرالڈ شاستری کو دیکھا ہے۔''

''کیا یہ ممکن ہے کہ انور بھی اس سازش میں ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' فریدی نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

''جیرالڈ شاستری کو ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا تھا۔'' حمید نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ''اس نے اسے کہاں دیکھا ہے....!''

''راشد علوی کے متعلقین کی خیرت دریافت کرنے موڈل کالونی گیا تھا! وہیں کی ایک عمارت میں۔''

''کیا یہ ضروری تھا کہ وہ انور ہی کو نظر آتا۔''

ہم تک اس قصے کو پہنچانے کے لیے یہ ضروری تھا۔ بہترے لوگوں کو ہمارے تعلقات کا علم ہے۔ انور نے بھی جیرالڈ کو بہت قریب سے دیکھا تھا..... اس لیے وہ اسے دور سے بھی پہچان سکتا ہے اور کم از کم میں انور کی بات پر اعتبار بھی کر سکتا ہوں۔''

''خواہ اس نے ہوائی ہی کیوں نہ چھوڑی ہو۔''

''کبھی کبھی اپنے ذہن کو صاف بھی کر لیا کرو۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''انور کی بات پر یقین کر لو گے۔''

''تو آپ کا خیال ہے کہ جیرالڈ اپنے تابوت سے نکل بھاگا ہے۔''

''فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں ہے کہ ہمیں فضولیات میں الجھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یا پھر واقعی وہ ہمارا شکار کرنا چاہتے ہیں۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر جیرالڈ ہی کی آنکھیں، شناختی نشان کے طور

پر کیوں استعمال کی جا رہی ہیں۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر بولا۔ ''لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے پولیس ہسپتال بھجوا دیا جائے..... اوہ..... برقعہ پوش عورت..... ہاں..... ہاں..... چہرہ کسی نے دیکھا نہیں..... اچھا..... اچھا.....!''

ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

''کیا قاسم کی بیوی برقعہ استعمال کرتی ہے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کوئی برقعہ پوش عورت ہسپتال پہنچی تھی۔ قاسم کو اپنے ساتھ لے گئی۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ عورت کا چہرہ کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''اور وہ زخمی حملہ آور بھی ختم ہو گیا۔''

''کیا خیال ہے؟ اسے بھی زہر دیا گیا۔'' حمید نے سوال کیا۔

''خدا جانے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ لیکن قاسم۔''

''قاسم کے کمرے میں جو نرس تھی اس نے اس کا چہرہ ضرور دیکھا ہو گا۔''

''کیا میں جاؤں؟'' حمید نے پوچھا۔

''میں نہیں کہوں گا تب بھی آپ تشریف لے جائیں گے۔''

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔''

''تمہیں بہت محتاط رہنا ہے۔''

''سوال یہ ہے کہ مجھے کرنا کیا ہے۔''

''جہاں بھی جاؤ گے میرے ساتھ جاؤ گے۔''

''مرے بے موت۔'' حمید کراہا۔

''کیوں؟'' فریدی نے آنکھیں نکالیں۔

''ہر وقت باوضو رہنا پڑے گا۔'' حمید نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس ہسپتال کے نمبر ڈائیل کئے جہاں قاسم تھا۔

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے پر اپنے محکمے کے حوالے سے بات شروع کی۔''مسٹر قاسم کے کمرے میں جس نرس کی ڈیوٹی تھی اسے فون پر بلایئے۔''

''توقف فرمایئے!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

فریدی کچھ لکھنے لگا تھا۔حمید کی طرف توجہ نہیں تھی۔

''ہیلو۔'' تھوڑی دیر بعد نسوانی آواز آئی۔

''کیپٹن حمید۔''

''یس سر.....!'' دوسری طرف سے سہمی ہوئی سی آواز آئی۔

تو وہ اسے لے گئی۔

''جی ہاں جناب.....!''

''برقعے میں تھی۔''

''جی ہاں اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ہسپتال میں اس کی موجودگی سے کسی کو آگاہ نہ کروں۔''

''اوہو۔یہ بھی کہا تھا۔''

''جی ہاں اور ٹھیک ہی کہا تھا۔اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ فلم اسٹار شاداں ہسپتال میں موجود ہے تو شاید نیم جان مریضوں کے بستر بھی خالی ہو جاتے۔''

حمید نے طویل سانس لے کر فریدی کی طرف دیکھا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔''بس یہی معلوم کرنا تھا۔شکریہ!''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر فریدی سے بولا۔''تشویش کی بات نہیں۔قاسم کا وقت اچھا گزرے گا۔''

''کیا مطلب۔''

''شاداں اسے لے گئی ہے۔''

''لاحول ولاقوۃ۔'' فریدی بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

''بالکل بالکل!'' حمید سر ہلا کر بولا۔''عورت ناقص العقل ہوتی ہے خواہ اداکارہ ہی کیوں نہ ہو۔''

''تمہیں لے جانا چاہئے تھا۔'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی.....! فریدی نے ریسیور اٹھایا۔ کچھ سنتا رہا اور پھر ریسیور رکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ ''اب تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔''

''کہاں.....!''

''ذرا اسی عمارت کے آس پاس جہاں انور نے جیرالڈ شاستری کو دیکھا تھا۔''

''کمال ہے۔ آپ کو یقین آ گیا اس ہوائی پر۔''

''فضول باتیں مت کرو!''

''ایک منٹ! اگر یہ جیرالڈ شاستری والا چکر آپ ہی کو متوجہ کرنے کے لیے چلایا گیا ہے تو اس کا کوئی مقصد ہوگا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''اگر آپ ان پرچھائیوں کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں تو ان کے سامنے آپ کی آرمڈ کار کی کیا حیثیت ہوگی۔''

''ہوں.....!'' فریدی پھر بیٹھ گیا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

''ہیلو۔'' فریدی نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا ہوں۔'' اوہ۔ کب..... کہاں.....وہ زندہ تو ہے نا.....میں پہنچ رہا ہوں۔''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔

''کیا ہوا، کیا بات ہے!'' حمید نے پوچھا۔ لیکن فریدی اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔

آرمڈ کار پارکنگ شیڈ کے نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور حمید گھوم کر دوسری طرف والے دروازے پر پہنچا۔

فریدی بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ حمید خاموشی سے اس کے برابر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر شیڈ سے باہر نکلی اور گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

''آپ نے کس کے بارے میں پوچھا تھا کہ وہ زندہ تو ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''امر سنگھ کے گولی لگی ہے۔''

''کہاں اور کیسے؟'' حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''وہ اور رمیش ان دونوں کا تعاقب کر رہے تھے جو والگو کی نگرانی کرتے رہے تھے۔''

''اچھا تو پھر۔''

چیتھم روڈ پر کسی نے ان کی کار پر فائرنگ کی اور نکلا چلا گیا۔ رمیش ڈرائیو کر رہا تھا! امر سنگھ کے بازو میں گولی لگی ہے۔

''وہ ہے کہاں!''

''سول ہسپتال میں! رمیش بھی وہیں ہے اور وہ دونوں صاف نکل گئے۔''

''یعنی اب وہ بھی ہاتھ سے گئے۔''

''جہنم میں جائیں پتا نہیں امر کس حال میں ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کی اس وقت کی ذہنی کیفیت سے بخوبی واقف تھا۔ اس کے ماتحتوں کے جسم پر آنے والی معمولی سی خراش بھی اسے بیحد گراں گزرتی تھی۔

پولیس پر حملہ آور ہونے والے مجرموں کے خون کا پیاسا نظر آنے لگتا تھا۔ سول ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں گاڑی روکتے ہوئے اس نے حمید سے کہا۔ ''تم گاڑی ہی میں ٹھہرو۔''

''بہت بہتر۔''

فریدی گاڑی سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھ گیا اور حمید چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ان کی گاڑی کا تعاقب ضرور کیا گیا ہوگا۔ لیکن راستے میں اس نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ذہن امر سنگھ میں الجھ گیا تھا۔ اگر اس کی حالت تشویشناک ہوئی تو پھر فریدی ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر مجرموں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور اس کا تجربہ تو اسے ہو ہی چکا تھا کہ مجرم کتنے دیدہ دلیر ہیں۔

آس پاس کوئی ایسا نہ دکھائی دیا۔ جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جا سکتا۔ ویسے یہ اور بات تھی کہ تعاقب کرنے والی کوئی گاڑی کمپاؤنڈ کے باہر ہی رک گئی ہو۔

حمید گاڑی کے اندر ہی بیٹھا رہا۔ غالباً فریدی اس کو اسی لیے باہر چھوڑ گیا تھا کہ وہ مشتبہ

لوگوں پر نظر رکھ سکے۔ یا پھر وہ گاڑی ہی کو خالی نہ چھوڑنا چاہتا ہو۔ آرمڈ کار پر باہر کی گولیوں کا اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ایک چھوٹا سا ٹائم بم اس کے اندر ہی رکھ دیا جائے تو؟ حمید نے جھرجھری سی لی اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا..... بہرحال وہ بھی امر سنگھ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں رمیش اور امر سنگھ سے خاص قسم کا لگاؤ رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

''کیا حال ہے.....!'' حمید نے پوچھا۔

''بیہوش ہے.....!'' بازو کی ہڈی بھی متاثر ہوئی ہے۔ خون بہت ضائع ہو گیا ہے۔

''میں بھی دیکھ آؤں.....!''

''نہیں.....! فوری طور پر ایک چیکنگ کرنی ہے۔ رمیش ڈرائیو کر رہا تھا اور اس نے اس گاڑی کو اچھی طرح دیکھا تھا جس پر سے فائرنگ کی گئی تھی۔''

حمید نے طویل سانس لی۔

''تم پچھلی سیٹ پر جاؤ۔'' فریدی نے کہا۔ ہوشیاری سے عقب میں نظر رکھنا۔ حمید اگلی سیٹ سے پچھلی سیٹ پر منتقل ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی نے کسی کارروائی کا فیصلہ کر لیا ہو۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر حرکت میں آئی اور گیٹ سے گزرتی ہوئی سڑک پر آ نکلی۔

''کیا آپ اس گاڑی کو تلاش کریں گے جس پر سے فائرنگ ہوئی تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''احمقانہ باتیں مت کرو۔''

''پھر کیا کرنے جا رہے ہیں۔''

''اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا کہ اس بستی پر چھاپہ مارا جائے جہاں مشرق بعید کے ممالک کے لوگ قیام کرتے ہیں۔''

''امر سنگھ کے زخمی ہو جانے کی بنا پر آپ بہت جذباتی ہو رہے ہیں میرے خیال سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیجئے۔''

''کیا مطلب۔''

''اس سلسلے میں آپ کی نظروں سے جتنے بھی لوگ گزرے تھے ختم ہو چکے ہیں۔''

''اچھا تو پھر!'' فریدی غرایا۔

''اب آپ کس کا گریبان پکڑیں گے۔''

''میں کسی کا گریبان پکڑنے نہیں جا رہا۔''

''کچھ بھی ہو۔ میں آپ کو اس بستی میں داخل ہونے کا مشورہ نہیں دوں گا۔''

''وہاں میرے دوستوں کی کثرت ہے! تم دیکھ ہی لو گے۔''

''آپ کی مرضی۔'' حمید بیزاری سے بولا۔

''کیا تم کبھی ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب گئے ہو۔''

''نہیں۔ لیکن اس کا نام سن چکا ہوں۔''

''دلچسپ جگہ ہے۔''

''یقیناً ہو گی.....! اگر کچھ لڑکیاں بھی جوڈو چنگھاڑ سناتی ہوئی نظر آتی ہوں گی۔''

''تم یہ بھی دیکھ لو گے۔''

''بسم اللہ۔ سفر جاری رکھیئے۔''

حمید تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تھا۔ لیکن ایسی سڑکوں پر جہاں ٹریفک زیادہ ہو تعاقب کرنے والوں کا پتا لگا لینا آسان نہیں ہوتا۔ ابھی تک تو وہ کسی پر بھی شبہ نہیں کر سکا تھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو؟'' فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''یہی کہ جو آج جوان ہے کل بوڑھی ہو جائے گی۔''

''شٹ اپ!''

''کیا اس جواب نے آپ کو بھی تکلیف پہنچائی ہے۔''

''خاموش رہو۔''

''امر سنگھ کو میں نے زخمی نہیں کیا؟'' حمید بھنا کر بولا۔

''تم کسی وقت بھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔''

''اگر میرے سنجیدہ ہو جانے سے حالات میں کوئی تبدیلی واقع ہو سکتی تو.....!''

اچانک فریدی نے گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر روک دی اور حمید جملہ پورا نہ کر سکا۔

''میں ابھی آیا۔'' کہتا ہوا وہ گاڑی سے اترا اور ایک دوکان میں داخل ہو گیا۔ حمید نے

سائن بورڈ پر نظر ڈالی۔ یہ ایک ڈرگ اسٹور تھا۔ گاڑی رک جانے کے بعد بھی اس نے عقب میں نظر دوڑائی تھی۔ لیکن کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کی رفتار کم ہوئی ہو۔ ساری ہی گاڑیاں آگے نکلی چلی جارہی تھیں۔

وہ پھر ڈرگ اسٹور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دفعتاً اس نے گاڑی کے فون کے بزر کی بھنبھاہٹ سنی اور اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر جھک کر ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور نکال لیا۔

''ہیلو.....!''

''حمید!'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی ''میں نے اسکیم بدل دی ہے۔''

''آپ ہیں کہاں؟'' حمید نے بائیں ہاتھ سے اپنی گدی سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''اسی ڈرگ اسٹور سے بول رہا ہوں۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ گاڑی تم لے جاؤ اور تمہیں اس وقت ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب پہنچنا ہے۔ رے کیشی وہاں کی انسٹرکٹر ہے۔ میرے حوالے سے تم اس سے گفتگو کر سکتے ہو۔''

''جس قسم کی بھی گفتگو چاہوں؟'' حمید نے سوال کیا۔

''خاموشی سے سنو۔''

''جی بہت بہتر.....فرمایئے!''

''رے کیشی کو اپنے ساتھ پولیس ہسپتال کے مردہ خانے میں لے جاؤ اور دونوں حملہ آوروں کی لاشیں دکھاؤ۔ ہوسکتا ہے کہ وہ انہیں شناخت کر سکے۔''

''لیکن.....گفتگو۔''

''اگر وہ انہیں شناخت کر سکی تو موضوع گفتگو خود بخود ہاتھ آ جائے گا۔''

''اور اگر نہ شناخت کر سکی تو۔''

''گھر واپس آ جانا.....'' کہہ کر فریدی نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

حمید نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور بھنا کر اگلی سیٹ پر چھلانگ لگالی۔

ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب کے بارے میں حمید نے بہت کچھ سن رکھا تھا اور اس کے محل وقوع سے بھی واقف تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی انسٹرکٹر کوئی عورت ہے۔

خود ڈرائیو کرتے وقت بھی اس نے اس سے باخبر رہنے کی کوشش کی تھی کہ تعاقب تو

نہیں کیا جا رہا۔

چوکیدار کو اپنا کارڈ دے کر جواب کا منتظر رہا۔ زیادہ دیر نہیں لگی تھی اسے اندر بلوا لیا گیا.....رے کیشی اپنے آفس میں ملاقات کی منتظر تھی۔

''خوش آمدید!'' وہ اٹھتی ہوئی پرمسرت لہجے میں بولی۔'' آپ شاید کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہیں۔''

''جی ہاں۔'' حمید نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

''تشریف رکھیے۔''

''شکریہ! میں دراصل آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

رے کیشی خاصی دلکش عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔

بیحد جاندار چہرہ تھا۔ شگفتہ اور تروتازہ۔

''فرمائیے!''

''کرنل صاحب نے کہا تھا کہ ان کے حوالے سے بات کی جائے۔''

''میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ان کے اسسٹنٹ ہیں۔ فرمائیے کیا خدمت کر سکتی ہوں۔''

''آپ کو میرے ساتھ پولیس ہسپتال تک چلنا پڑے گا۔''

''خیریت! اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''دو لاشوں کی شناخت کرنی ہے آپ کو.....!''

''اوہ!'' یک بیک اس کا چہرہ اتر گیا۔

''تشویش کی کوئی بات نہیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔''ضروری نہیں کہ آپ ان کو شناخت کر ہی سکیں۔ دراصل دونوں مشرق بعید کے کسی ملک کے باشندے ہیں۔ کرنل صاحب کا خیال ہے شاید آپ انہیں شناخت کر سکیں۔''

''وہ کس طرح مرے ہیں۔''

''ایک گولی سے مرا ہے اور دوسرے کو شاید زہر دیا گیا ہے۔''

کیشی کے خطوط میں پھر کسی قدر نرمی پیدا ہوگئی۔ لیکن آنکھیں بدستور تشویش کی آماجگاہ

بنی رہیں۔

وہ حمید کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے وقت اس نے کہا۔ ''گاڑی غیر معمولی لگتی ہے۔''

''بلٹ پروف ہے۔'' حمید نے کہتے ہوئے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔

''لاشیں کہاں ملیں۔''

''یہ تو کرنل صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ مجھے تفصیل معلوم کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔''

''کرنل کیسے ہیں۔ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی!''

''ٹھیک ٹھاک ہیں.....!'' حمید نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

''آپ کو بھی فنون سپہ گری سے دلچسپی ہے یا نہیں۔''

''بس اسی حد تک کہ خواتین کے مجمعے میں اپنے کمالات کا اظہار کروں۔''

وہ ہنس کر بولی۔ ''بڑے صاف گو معلوم ہوتے ہیں۔''

''تکلفات سے کیا فائدہ.....!''

وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''کرنل کے ماتحت بھی پراسرار ہیں۔''

''میں اس لفظ سے الرجک ہوں.....!''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر کیشی نے کہا۔ ''کرنل جیسا آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔''

''آدمی!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیوں؟ کیا آپ کو لفظ آدمی پر اعتراض ہے.....!''

''کم از کم میں ان کے بارے میں ایسی کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''آدمی ہوتے تو کبھی کی شادی ہوگئی ہوتی۔''

وہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔ ''آپ کی ہوگئی ہے۔''

''میرے قبیلے کے رواج مختلف ہیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''جب تک دم نہ نکل آئے شادی نہیں ہوتی۔''

''خوش مزاج آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''آپ کے چہرے کی بناوٹ بہت زیادہ جاپانی نہیں ہے۔''

''میرا باپ امریکن تھا۔''

''جاپانی خواتین کو دیکھ کر پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔''

''آپ پچھلی صدی کی بات کر رہے ہیں۔ ہماری روایتی پاکیزگی اب ہم میں باقی نہیں۔''

''میں اپنے احساس کی بات کر رہا تھا.....!''

''شکریہ کیپٹن.....ابھی کتنی دور چلنا ہے۔''

''بس پولیس ہسپتال تک۔ زیادہ دور نہیں ہے۔''

''پتہ نہیں وہ دونوں کون ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پولیس ہسپتال پہنچ کر حمید اسے مردہ خانے میں لایا اور دونوں لاشیں دکھائیں۔

''یہ تو.....یہ تو.....مگر کیوں؟'' کیشی ہکلا کر رہ گئی۔ پھر خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔''ہاں میں انہیں جانتی ہوں۔ اوسو اور پتا مو ہیں.....حقیقی بھائی۔ لیکن ان کا یہ حشر کیونکر ہوا۔''

''بس باہر چلئے.....!'' حمید نے کہا اور اسے مردہ خانے سے نکال لایا۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''بلوہ۔ دو پارٹیوں کے درمیان فائرنگ ہوئی تھی۔ ہمیں صرف لاشیں ہی مل سکی تھیں۔ دونوں پارٹیاں پولیس کے پہنچتے پہنچتے موقعہ واردات سے فرار ہو چکی تھیں۔''

''یہ دونوں بیحد شریف اور امن پسند تھے۔''

''کیا کرتے تھے۔ کہاں رہتے تھے.....!''

''نیشنل اسٹیل مل میں بحیثیت انجینئر کام کرتے تھے۔ فلیٹ کا صحیح نمبر نہیں بتا سکوں گی بہر حال موڈل کالونی کے لگژری فلیٹس میں رہتے تھے۔ ان کی ایک بہن بھی ہے۔ ساتھ ہی رہتی تھی۔ پتا نہیں اسے اس کا علم ہوا یا نہیں۔''

''ظاہر ہے کہ وہ لاعلم ہے۔ ورنہ ہم سے ضرور رابطہ قائم کرتی اور ہمیں آپ کو تکلیف نہ دینی پڑتی۔''

''میں اسے جانتی ہوں۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تنہا رہ گئی بیچاری۔''

''لیکن ہم ابھی اس کو اس سانحے کی اطلاع نہیں دینا چاہتے۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں؟''

''اگر اس میں جلدی کی گئی تو اس سانحے کے ذمہ دار افراد ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکیں گے۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ بہرحال آپ فی الحال یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھیے گا۔''

''اور بیچاری فیمی اس عرصے میں اپنے بھائیوں کی موت سے لاعلم رہے گی۔''

''مجبوری ہے؟''

''جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''قانون کے محافظوں سے تعاون کرنا میرا فرض ہے۔''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ پتا نہیں کس کی کال تھی اور اس نے کیا کہا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''وہ دونوں جس فلیٹ میں رہتے تھے اس کا پتا چل گیا ہے۔ لڑکی فیمی وہاں موجود ہے اور سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ انور نے بھی وہی پتا بتایا تھا۔''

''کیا مطلب۔''

''اس نے جیرالڈ شاستری کو اسی فلیٹ میں دیکھا تھا۔''

''اور وہ دونوں واقعی نیشنل اسٹیل ملز کے انجینئر تھے؟''

''یہ بھی درست ہے!'' فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے۔''

''میں نے؟'' حمید اچھل کر پڑا۔

''ہاں تم نے۔ تمہیں رے کیشی سے غلط بیانی نہیں کرنی چاہئے تھی۔''

''یعنی کہ!''

''صاف صاف بتا دینا چاہئے تھا کہ میرے ہی ہاتھوں مارے گئے تھے اور وجہ بھی بتا دیتے۔''

''کیا آپ اسے بھی اس میں ملوث سمجھتے ہیں۔''

''نہیں! اگر یہ بات ہوتی تو وہ ان سے اپنی شناسائی ہرگز نہ ظاہر کرتی۔''

''چلئے تسلیم کہ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی۔ پھر اب کیا ہوگا۔''

''میں نے اسٹیل ملز کے مینجر کو مطلع کر دیا ہے کہ اس کے عملے کے دو انجینئروں کی لاشیں پولیس ہسپتال کے سرد خانے میں موجود ہیں۔ جنہیں شناخت کرنے کے بعد آخری رسوم کے لیے جایا جا سکتا ہے۔''

''اور ان کے سلسلے میں مزید تفتیش۔''

''دیکھا جائے گا.....!'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ''لڑکی تمہاری نظروں سے ایک پل کیلئے بھی اوجھل نہ ہونے پائے۔ ہاں.....! اچھا.....! کب؟ اسکی پرواہ مت کرو جو کچھ بھی کر رہا ہے کرنے دو۔''

ریسیور رکھ کر حمید سے بولا۔ ''انور مستقل طور پر لگژری اپارٹمنٹس کے آس پاس چکر لگا رہا ہے.....!''

''تو آپ نے وہ ہدایت فیمی کے لیے دی تھی۔''

''ہاں.....! اس سے براہ راست گفتگو کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اسے اپنے بھائیوں کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ اسٹیل ملز کے مینجر کے توسط ہی سے اسے اطلاع ملنی چاہئے۔''

''بہرحال رے کیشی سے رابطہ قائم کرنا سودمند ثابت ہوا۔ بڑی دلکش عورت ہے۔''

''ساتھ ہی فولادی ہڈیوں والی بھی ہے۔''

''انداز گفتگو سے معلوم ہوتا ہے جیسے ماضی قریب میں آپ اس سے بہت زیادہ ملتے رہے ہوں۔''

''تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

فریدی اسے گھور کر رہ گیا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ حمید کا ذہن قاسم اور شاداں میں الجھا ہوا تھا۔ نہ جانے وہ اسے کہاں لے گئی تھی اس دوران میں کئی بار اس نے قاسم کے گھر فون کر کے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ لیکن یہی جواب ملتا رہا تھا کہ وہ گھر پر موجود نہیں ہے البتہ قاسم کی بیوی سے گفتگو نہیں ہو سکی تھی۔ ہر بار کسی ملازم ہی نے ریسیور اٹھایا تھا۔ شاداں کے چکر میں اسے ڈالنے والا خود ہی تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ اس سے کوئی بہت بڑی رقم نہ ٹھگ لے۔ دراصل غلط فہمی کی بنا پر بات اس حد تک گئی تھی چونکہ یہ کہانی فلمی دنیا سے شروع ہوئی تھی۔ اس لیے حمید نے سوچا تھا کہ تفریح کے لیے قاسم بھی سہی۔ لیکن اب تو بات ہی الگ جا پڑی تھی۔ لہٰذا قاسم وہاں کیوں الجھا رہے۔

عجیب اتفاق تھا کہ ٹھیک اسی وقت فریدی نے کہا۔ ''قاسم کی بھی خبر لو کیا وہ گھر پہنچ گیا۔''

''جی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس نے شاداں کے گھر میں ڈیرا ڈال دیا ہے۔''

''قاسم کے لیے خطرناک ہے۔''

''ہے.....! تو.....!''

''اس کی خبر لو.....!''

''یعنی کہ.....!''

''ہاں ہاں.....! مناسب یہی ہے کہ ہم فلم والوں کی طرف سے بالکل ہی توجہ نہ ہٹا لیں۔''

''تو پھر! میں اسے دیکھوں!'' حمید نے چہک کر پوچھا۔

''لیکن.....!'' فریدی انگلی اٹھا کر بولا۔ ''آرمڈ کار ہی تمہارے استعمال میں رہے گی۔''

''حمید اس طرح اٹھ کر کھڑا ہوا جیسے پیروں میں پڑی ہوئی زنجیر ٹوٹ گئی ہو۔''

تھوڑی دیر بعد آرمڈ کار سڑک پر نکل آئی لیکن حمید سوچ رہا تھا کہ شاداں اس وقت اپنے گھر پر ہوگی یا اسٹوڈیو والے آفس میں۔ کیوں نہ پہلے معلوم کر لیا جائے۔

ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے گاڑی روکی اور اتر کر اسٹور کے کاؤنٹر پر آیا۔ سب سے پہلے قاسم کے گھر سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی لائن انگیج تھی۔ اسٹوڈیو کے نمبر ڈائیل کیے۔ مینجر سے معلوم ہوا کہ شاداں کا دفتر بند ہے۔ حمید نے پُر معنی

انداز میں سر کو جنبش دے کر پھر قاسم کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔ اس بار رابطہ قائم ہو گیا اور دوسری طرف سے قاسم کی بیوی کی آواز آئی۔ ''اوہو۔ آپ تو یہیں موجود ہیں۔''

''پھر مجھے کہاں ہونا چاہئے!'' حمید نے سوال کیا۔

''میں تو سمجھی تھی کہ شاید آپ ہی کہیں لے گئے ہیں۔''

''ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔''

''تین دن ہوئے وہ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں جگہ کا نام نہیں بتایا تھا۔''

''کیا اس نے یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ کہیں جا رہا ہے!''

''نہیں۔ یہ تو نہیں کہا تھا۔''

''اور آپ نے سمجھ لیا تھا کہ میں بھی ہمسفر ہوں گا۔''

''پھر کیا سمجھتی۔ جب بھی باہر جاتے ہیں آپ ہی کے ساتھ جاتے ہیں۔''

''میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ خیر بتایئے۔ اس وقت کیسے تکلیف فرمائی۔''

''اسی سے ملنا تھا۔''

''کوئی خاص بات۔''

''خاص باتیں کبھی کبھی ہوتی ہیں۔'' کہہ کر حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس لایعنی گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتا تھا۔

بہر حال یہی معلوم کرنا تھا کہ قاسم گھر پہنچ گیا یا نہیں۔ ڈرگ اسٹور سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا اور اس کالونی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں شاداں رہتی تھی۔

ایک مشہور فلمی اداکارہ کی کوٹھی میں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔ کمپاؤنڈ کے پھاٹک ہی پر اسے اپنا کارڈ نکالنا پڑا تھا اور ساتھ ہی اپنے عہدے کا حوالہ بھی دیا ورنہ کارڈ اندر تک پہنچ ہی نہ سکتا۔

تھوڑی دیر بعد چوکیدار نے گاڑی کیلئے پھاٹک کھول دیا اور گاڑی سیدھی پورچ میں جا رکی۔

شاداں اس کے استقبال کے لیے باہر نکل آئی تھی۔

''خوشا نصیب!'' وہ لہک کر بولی۔ ''میں تو سمجھی تھی کہ شاید اب آپ سے ملاقات نہ ہو۔''

''ابھی وہ قصہ ختم کہاں ہوا ہے؟''

''چلئے اندر تشریف لے چلئے۔''

''شکریہ.....!''

سٹنگ روم بہت شاندار تھا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے شوروم میں داخل ہوا ہو۔

''تشریف رکھیے۔'' شاداں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اس وقت مجھے اس مریض کی تلاش یہاں لائی ہے۔ جو آپ کے ساتھ ہسپتال سے فرار ہو گیا تھا۔'' حمید نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''غالباً آپ کا اشارہ مسٹر قاسم کی طرف ہے۔''

''ظاہر ہے.....!''

''لیکن وہ یہاں کب آئے تھے۔ اسٹوڈیو والے دفتر میں ان سے باتیں ہوئی تھیں اور وہیں سے رخصت ہو گئے تھے۔''

''کب کی بات ہے۔''

''کل ہی کی۔''

''لیکن وہ آج تک گھر نہیں پہنچا۔''

''پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ بہت ذہین خاتون ہیں۔''

''خدا جانے لیکن آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں۔''

''ذہین خاتون ہیں اس لیے یہی پسند کریں گی کہ بات آگے نہ بڑھنے پائے۔''

''میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''محترمہ شاداں۔ وہ یہیں اسی کوٹھی میں موجود ہے۔''

''بڑے وثوق سے آپ یہ بات کہہ رہے ہیں۔'' وہ اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''یقین واثق ہے اس پر کہ وہ یہیں ہے۔''

''بہت خوب!'' شاداں قہقہہ لگا کر بولی۔'' آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسٹر قاسم کا

اغوا میرے ہاتھوں عمل میں آیا ہے اور میں ان کی گلو خلاصی کے لیے ان کے باپ سے کوئی بڑی رقم طلب کروں گی۔''

''آپ اس حد تک بھی نہیں جا سکتیں۔''

''پھر میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟''

''سچی بات بتا دیجئے!'' حمید نے بیحد خشک لہجے میں کہا۔

''میں ویسے ہی بہت پریشان ہو۔ اب آپ بھی میری پریشانیوں میں مزید اضافے کا سبب نہ بنئے۔''

''یعنی اپ کو یہاں قاسم کی موجودگی سے انکار ہے۔''

''ہرگز نہیں!'' وہ آہستہ سے بولی۔''لیکن یہ سب کچھ مسٹر قاسم ہی کی ہدایت پر ہو رہا ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''کیا سمجھ گئے!''

''یہی کہ خود اسی نے آپ کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ یہاں اس کی موجودگی کی اطلاع کسی کو نہ دیں۔''

''جی ہاں۔ یہی بات ہے۔'' وہ آہستہ بولی۔

''مقصد کیا ہے۔''

''اپنی بیوی اور باپ سے سخت متنفر ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ یہیں کہیں آس پاس انہیں کوئی کوٹھی کرائے پر دلوا دوں یا کسی کا سودا کرا دوں۔''

''کیا آپ اسے صحیح الدماغ سمجھتی ہیں۔''

''دماغ تو بالکل ٹھیک ہے ان کا۔''

''ابھی آپ کو تجربہ نہیں ہوا۔''

''آپ کے پڑوسیوں کے لیے بھی مصیبت بن جائے گا۔''

''اس پر میں یقین کرنے کو تیار نہیں۔ وہ بیحد شائستہ آدمی ہے۔''

''کس بات سے شائستگی کا اندازہ لگایا۔''

''جو کچھ بھی کہا جاتا ہے بے چوں و چرا تسلیم کر لیتے ہیں۔''

''جی ہاں عورتیں اسی کو شائستگی سمجھتی ہیں۔''

''مجھ پر طنز نہ فرمائیے۔''

''یہ میرا قول ہے جو ساری دنیا کی عورتوں پر صادق آتا ہے۔ صرف آپکی بات نہیں کر رہا۔''

''تو آپ انہیں لے جائیں گے۔''

''اسی کے لیے آیا ہوں۔''

''اور اگر وہ آپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیں تو۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''یعنی آپ زبردستی لے جائیں گے۔''

''لوگوں کو پریشانیوں سے نجات دلانا میرا پیشہ ہے۔''

''دنیا کا کوئی قانون کسی عاقل و بالغ فرد کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ کہاں رہے اور کہاں نہ رہے۔''

''سیٹھ عاصم بہت ذی اثر لوگوں میں سے ہیں۔ آپ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گی۔ وہ اسے سچ مچ اغوا کا کیس بنوا دیں گے۔''

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''ویسے کیا وہ آپ کی کسی فلم کو فائینس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''یہی تو چارم ہے کیپٹن۔'' وہ مضطربانہ انداز میں آہستہ سے بولی۔ ''اگر آپ گڑبڑ نہ کریں تو آپ کو بھی دس فیصد کا حصہ دار بنایا جا سکتا ہے۔''

''میں تو آپ ہی کے اکاؤنٹ میں ڈپازٹ ہونے آیا تھا۔ آپ صرف دس فی صد کا حصہ دار بنانا چاہتی ہیں۔''

''نہیں مذاق نہیں۔ میں سیریس ہوں۔''

''اچھی بات ہے اسے میرے سامنے لائیے۔''

''میں یہ بھی نہیں کر سکتی آپ خود ہی گھستے چلے جائیے۔'' اس نے بائیں جانب والے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی.....!''

''انہوں نے خصوصیت سے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ آپ کے کان میں اس کی بھنک بھی پڑنے پائے۔''

''واقعی۔ مجھے یقین نہیں آتا.....!''

''ہم دونوں اس وقت ریہرسل کر رہے تھے کہ آپ آ گئے۔''

''بہت خوب ریہرسل بھی شروع ہو گئی۔''

''جن کے میک اپ میں ہیں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''خدا کی پناہ۔ باقاعدہ ریہرسل.....!''

''مجھے کاندھوں پر بٹھا کر اڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

حمید نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو۔ کیونکہ وہ اس قسم کی گفتگو کرتے وقت بھی بیحد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

''اور یہی نہیں!'' وہ پُر مسرت لہجے میں بولی۔ ''میں نے اتنی سچی اداکاری کبھی نہیں دیکھی خود کو سچ مچ جن سمجھنے لگے ہیں۔''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے دوبارہ قاسم بنا دینا بیحد مشکل کام ہو گا۔

''ہاں.....ذرا بتایئے کدھر جانا ہے۔''

''ادھر سے گزر کر آپ راہداری میں پہنچیں گے وہاں بائیں جانب پہلا دروازہ۔''

حمید آگے بڑھا اور راہداری میں پہنچ کر بائیں جانب والے پہلے دروازے پر رک گیا۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ قاسم سامنے ہی کھڑا دکھائی دیا۔ حمید پر نظر پڑتے ہی اس کا منہ کھلا اور کھلا ہی رہ گیا۔ ساتھ ہی حمید کے کانوں میں شاداں چیختی ہوئی آواز بھی پڑی۔

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہاں گھستے چلے جا رہے ہیں یہ زیادتی ہے۔ غیر قانونی حرکت ہے۔''

دفعتاً قاسم بھی سنبھالا لے کر دہاڑا۔ ''ابے تون ہے تو.....!''

''کیپٹن حمید۔ فرام سینٹرل انٹیلی جنس!'' حمید نے بیحد سنجیدگی سے کہا۔

اور شاداں عقب سے غصیلی آواز میں بولی۔ ''یہ زبردستی اندر گھس آئے ہیں۔''

''تم پر الزام ہے!'' حمید قاسم کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''تم راہ گیروں کو خوفزدہ کرتے ہو اور پھر انہیں لوٹ لیتے ہو۔''

''ابھی تک تو ایسی قوئی ریہرسل نہیں ہوئی۔'' قاسم تھوک نگل کر بولا۔

''خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔''

''قیا.....! یہ بھی فلم میں کام قرے غا!'' قاسم نے شاداں سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔''

''تم نہیں سمجھو غی..... میں سمجھوں غا اس سے۔'' قاسم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور حمید جلدی سے بولا۔ ''ابھی میں نے چپاتی بیگم کو اطلاع نہیں دی۔''

قاسم جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔ عجیب ہیئت کذائی میں تھا۔ صورت سے قاسم نہیں لگتا تھا کیونکہ میک اپ میں تھا اور سر پر دو بڑے بڑے سینگ بھی تھے۔

''اور قبلہ والد صاحب تو تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر بیحد خرسند ہوں گے۔'' حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

قاسم دم بخود رہ گیا۔ تھوڑی دیر طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ پھر شاداں سے بولا۔ ''جرا آپ تھوڑی دیر کے لیے ادھر چلی جایئے۔''

شاداں کے ہٹتے ہی آنکھیں بند کر کے حمید کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کھڑا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنسو پینے کی کوشش کر رہا ہو۔

''یہ کیا کر رہے ہو آنکھیں کھولو۔'' حمید نے ڈپٹ کر کہا۔

اس نے آنکھیں کھول دیں اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ ''یار گڑ بڑ نہ کرو۔''

''تم مجھ سے پوچھے بغیر اس کے ساتھ آئے ہی کیوں۔''

''سر ہو غئی تھی۔''

''گود میں اٹھا کر تو لائی نہ ہو گی۔''

''تم بھی مجے کرنا پیارے بھائی اس کی بہت سی سہیلیاں ہیں۔''

''بکواس مت کرو۔ چلو میرے ساتھ۔''

''اچھا تو پھر مجھے شاہینہ پہلوان کے پاس لے چلو۔''

''یہ کیا بکواس ہے!''

''میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن یہ ہے کہ کیا بلا۔''

''اسی نرس کی کھالا زاد ہے۔ پہلوانی کرتی ہے۔''

''اوہ تو اسکا یہ مطلب کہ اگر تمہیں شاداں یہاں نہ لاتی تو تم شاہینہ کے پاس پہنچ جاتے۔''

''پھر اور قیا قرتا۔'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''اچھی بات ہے تم یہاں سے تو نکلو۔''

''پہلے وعدہ قرو۔ ہائے جب سے میں نے اس کا نام سنا..... قیا بتاؤں قیا محسوس ہوتا ہے.....وہ لڑکیوں کو کشتی لڑنا سکھاتی ہے۔ جرا سوچو تو قیسے لڑتی ہوں غی۔''

''میں کیوں سوچوں!'' حمید آنکھیں نکال کر غرایا۔

''ابے لنگوٹی پہن کر.....!'' قاسم نے آنکھ مارنے کی کوشش کی اور اس کی دونوں آنکھیں بند ہوگئیں۔

حمید نے سوچا مرض پھر لاعلاج ہوگیا ہے۔ کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئے گا۔ یہاں سے نکلا بھی تو کسی اور طرف رخ کرے گا۔

''تو.....تم باز نہیں آؤ گے۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''جندگی اور موت کا سوال ہے۔'' قاسم کا جواب تھا۔

''اچھی بات ہے تو اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤ اور اپنے کپڑے پہن لو۔'' حمید نے کہا۔

قاسم نے ''روائتی اور فلمی بغدادیوں'' کا سا لباس بھی پہن رکھا تھا۔

''اچھی بات ہے۔'' اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''تم چل کر ڈرائینگ روم میں بیٹھو میں ابھی آ رہا ہوں۔''

''عقبی دروازے سے نکل نہ بھاگنا۔'' حمید بولا۔

''اے جاؤ۔ کیا میں تم سے ڈرتا ہوں۔''

حمید ڈرائینگ روم میں واپس آ گیا اور شاداں اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''دیکھو کیپٹن اگر تم نے میرا کھیل بگاڑا تو میں تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گی۔''

''میں تمہارا کھیل نہیں بگاڑوں گا۔ بس ذرا دیر کے لیے وہ میرے ساتھ جائے گا۔''

''وہ گھر واپس نہیں جانا چاہتے۔''

''میں جانتا ہوں اور میں اسے گھر نہیں پہنچاؤں گا۔''

''آخر بات کیا ہے۔ آپ مجھے کیوں نہیں بتاتے۔''

''بیحد سرکاری بات ہے۔ ورنہ میں تمہیں ضرور بتا دیتا۔ خوبصورت خواتین کو خوش رکھنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں۔''

وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر پاگل نہیں تو سنکی ضرور ہے۔

تھوڑی دیر بعد قاسم بھی پہنچ گیا۔ آدمیت کے جامے میں تھا۔ شاداں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اس میک اپ پر بڑی لاگت آئی تھی۔''

''میں ادا قردوں غا.....!'' قاسم روہانسی آواز میں بولا۔

''بس جایئے دیکھ لیا آپ کو بھی۔''

قاسم بے بسی سے حمید کی طرف دیکھ کر رہ گیا اور حمید نے شاداں سے کہا۔ ''براہ کرم ایسی باتیں نہ کرو جو قانون کی زد میں آ جائیں۔''

''کیا مطلب۔''

''آپ اشارۃً بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ سرکاری معاملہ ہے۔ یہ ایک کیس میں بطور شاہد مطلوب ہے۔''

''خیر۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔'' وہ سر ہلا کر بولی۔ ''میرے خالو بھی منسٹر ہیں۔''

''واقعی!'' حمید نے خوش ہو کر پوچھا۔

''جی ہاں.....! مجھے کوئی ایسی ویسی نہ سمجھئے گا۔ سرکاری پیمانے پر بھی آپ سے نپٹ سکتی ہوں۔''

''ضرور.....! ضرور.....! اچھا اب اجازت دیجئے۔''

''مم.....! میں آ جاؤں غا۔'' قاسم بولا۔

لیکن شاداں منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ قاسم گومگو کے عالم میں حمید کے پیچھے

چل پڑا۔

کمپاؤنڈ میں قاسم کی رولز کہیں نہ دکھائی دی۔ حمید نے اس کے بارے میں استفسار کیا۔

''اس کی ایک سہیلی اپنا شوق پورا قرنے لے گئی تھی.....! واپس نہیں لائی۔'' قاسم نے لاپرواہی سے کہا۔

''تو گاڑی یہیں چھوڑ جاؤ گے۔''

''پھر قیا قروں۔ تم دھونس جما رہے ہو.....!''

''ہرگز نہیں.....! تم یہاں گاڑی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔''

''اے قبھی کچھ.....! کبھی قچھ۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔

''واپس چلو۔ تمہیں اس وقت تک یہیں قیام کرنا ہے جب تک کہ گاڑی واپس نہ آ جائے۔''

''تمہاری مرضی!'' قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔ ''لیکن اب اس سے کہو گے کیا؟''

''اس کے منسٹر خالو سے ڈر گیا ہوں اور بیٹا جیسے ہی گاڑی ہاتھ آئے بھاگ کھڑے ہونا۔''

قاسم نے برا سا منہ بنا کر سر جھٹک دیا۔ وہ پھر ڈرائینگ روم میں واپس آئے۔

''کہئے کیا ہوا؟'' شاداں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔ میں نے سوچا آپ نے اپنے منسٹر خالو کا حوالہ دیا تھا۔ اس لیے سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''میں دل کی بُری نہیں ہوں کیپٹن!'' وہ مسکرائی۔

''میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی کچھ دیر یہاں قیام کروں۔''

''شوق سے۔ کیا پئیں گے آپ؟''

''چائے یا کافی کے لیے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔''

''میرا مطلب تھا ہاٹ یا کولڈ۔ شراب تو میں بھی نہیں پیتی۔''

''کافی ہی مناسب رہے گی۔''

وہ اٹھ کر اندر چلی گئی اور حمید قاسم کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

''یار پتا نہیں تم قیا گھپلا قرنے والے ہو۔'' قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔

''تمہارے باوا تو تمہاری خبر لیتے نہیں۔ ساری ذمہ داری میرے کاندھوں پر آ پڑی ہے۔''

''چپ سالے بڑے آئے کہیں کے.....! مٹی پلید قردی میری۔''

''خود کو قابو میں رکھو ورنہ سچ مچ مٹی پلید ہو جائے گی۔''

شاداں جلد ہی واپس آ گئی شاید کچن میں کسی سے کافی کے لیے کہہ آئی تھی۔

''واپسی کی وجہ میں سمجھتی ہوں!'' وہ مسکرا کر بولی۔

''اچھا.....!'' حمید نے خواہ مخواہ حیرت ظاہر کی۔

''یہ حضرت اپنی گاڑی کی وجہ سے رک گئے ہیں!'' اس نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''جہنم میں جائے گاڑی!'' قاسم اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں جا رہا ہوں۔''

''ٹھہریئے!'' شاداں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ '' آپ نے مجھ سے پوچھ کر اسے گاڑی نہیں دی تھی۔ لہٰذا مجھ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔''

''قون کہتا ہے کہ آپ پر ذمے داری ہے۔''

''بس میں یہی معاملہ صاف کر دینا چاہتی تھی۔ آپکا دل چاہے رکئے دل چاہے چلے جایئے۔''

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور شاداں نے کال ریسیو کر کے کنکھیوں سے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں۔ وہ یہیں تشریف رکھتے ہیں۔''

پھر حمید سے بولی۔ '' آپ کی کال ہے جناب!''

حمید نے اٹھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''میں نے تم سے صرف اسٹوڈیو کی بات کی تھی۔ اس کے گھر پر کیوں جم گئے ہو۔''

''جی ہاں سب ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے۔''

''قاسم فلمسازی شروع کر رہا ہے۔''

''میں نے کہا تھا کہ اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرو۔''

''کر دی ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''فیمی اپنے بھائیوں کی اشیں شناخت کرنے کے لیے پولیس ہسپتال پہنچنے والی ہے۔ وہاں تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔''

''میں کیا کروں گا.....؟''

دوسری طرف سے جواب ملنے کی بجائے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور حمید نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کس کو بتا رہے تھے کہ قاسم فلمسازی شروع قر رہا ہے۔'' قاسم نے پوچھا۔

''کرنل صاحب کو۔''

''ارے باپ رے!'' قاسم پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جعلسازی تو نہیں کر رہے۔''

''تم ہر بات انہیں کیوں بتا دیتے ہو۔'' قاسم جھنجھلا گیا۔

''انہوں نے پوچھا تھا۔''

''صاحب ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔'' شاداں قاسم کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''آپ اتنے ہی ڈرپوک ہیں تو تشریف لے جائیے۔ ابھی آپ نے معاہدے پر دستخط نہیں کئے۔''

''اب قر دوں گا۔ ڈرپوک نہیں ہوں۔ میں جرور فلمسازی قروں گا۔ کسی کے باپ کا اجارہ!''

''لہٰذا مجھے اب اجازت دیجئے!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''کافی تو پیتے جائیے!'' شاداں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''پھر کبھی!'' کہتا ہوا حمید باہر آیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ قاسم پھنس چکا ہے۔ لہٰذا اس کے سلسلے میں سر کھپانا بیکار ہے۔

فریدی کی فون کال کا مطلب یہ تھا کہ نہ صرف اس کی باقاعدہ نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ ایک ایک پل کی رپورٹ بھی فریدی تک پہنچ رہی ہے۔

ہسپتال پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ دیر سے پہنچا ہے۔ یعنی وہ فیمی سے اس کے بھائیوں کے بارے میں فی الحال پوچھ گچھ نہیں کر سکے گا کیونکہ بھائیوں کی لاشیں دیکھنے کے بعد وہ بیہوش ہو گئی تھی اور اب ہسپتال ہی کے ایک کمرے میں اسے بھی ڈال دیا گیا تھا۔

وہ اسٹیل ملز کے مینجر کے ساتھ وہاں پہنچی تھی اور اب وہی اس کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ حمید اس کے کمرے میں داخل ہوا اور مینجر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ حمید نے اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے۔''

وہ سامنے ہی بستر پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسی

معصومیت طاری تھی جیسے ابھی ابھی کتم عدم سے عالم وجود میں آئی ہو۔ خدوخال دلکش تھے اور رنگت کہہ رہی تھی کہ اس کے سلسلے میں کسی فرانسیسی نے ضرور دخل اندازی کی ہوگی خواہ وہ مرد رہا ہو خواہ کوئی عورت۔ بال اخروٹ کی رنگت کے تھے۔

مینجر آہستہ سے بولا۔ ''یہ آخر کس طرح اس صدمے کو برداشت کر سکے گی۔''

''واقعی.....! سوچنے کی بات ہے۔''

''میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ دونوں ایسے ہوں گے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا اور کیونکہ ہوا.....!'' وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ خاصا قد آور، توانا اور جاندار آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

حمید اس پر کچھ نہ بولا۔ اسے علم نہیں تھا کہ فریدی نے اس سے کس قسم کی گفتگو کی ہوگی اور ان کے بارے میں کیا بتایا ہوگا۔ اس لیے اس نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

مینجر اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ''اور یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ انہوں نے کسی پولیس پارٹی پر حملہ کیا ہو؟ آخر کیوں کرتے؟''

''واقعی سوچنے کی بات ہے۔ آپ تو ان کے عادات واطوار سے واقف ہی ہونگے۔''

''میرے لیے کھلی ہوئی کتاب تھے۔''

''کسی غلط فہمی کی بناء پر بھی ایسا ہو سکتا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اپنے ساتھ اسٹین گنیں لے کر کیوں نکلے تھے!'' مینجر نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔ ''اور انہیں اسٹین گنیں ملیں کہاں سے؟''

''شاید یہ جانتی ہو!'' حمید نے بیہوش لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اسی لیے تو میں یہاں رک گیا ہوں۔ ہوش میں آئے تو معلوم کروں۔''

''اب آپ اس کی فکر نہ کیجئے! ہم خود معلوم کر لیں گے!'' حمید نے کہا۔

''لیکن میں درخواست کروں گا اس بیچاری کو زیادہ پریشان نہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے یہ کچھ بھی نہ جانتی ہو۔ بہتیرے لوگوں کے متعلقین کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ باہر کیا کرتے ہیں۔''

''یہ بھی درست ہے؟'' حمید سر ہلا کر بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ مینجر وہاں سے ٹل ہی جائے تو اچھا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی موجودگی میں لڑکی واقعی زبان نہ کھول سکے۔

''اب دیکھئے کب تک بیٹھنا پڑے۔'' مینجر نے آہستہ سے کہا۔

''آپ کی موجودگی ضروری تو نہیں ہے۔'' حمید بولا۔

''اخلاقاً جناب! بہرحال کسی حد تک میں اس کے لیے اجنبی نہیں ہوں.....!''

''یہی چیز اس کی صحت کے لیے مضر ثابت ہوگی۔'' حمید نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''ایسے مواقع پر کسی شناسا کی موجودگی طبیعت کو قابو سے باہر کر دیتی ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد اگر آپ پر نظر پڑ گئی تو پھر ایک جگرخراش چیخ مارے گی اور یا تو رونا شروع کر دے گی یا دوبارہ بے ہوش ہو جائے گی۔''

''ہوں!'' مینجر پُرتفکر لہجے میں بولا۔ ''یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''آپ بےفکری سے تشریف لے جائیے۔ یہ لڑکی سول پولیس کی تحویل میں نہیں ہے میرا محکمہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے کس قسم کے لوگوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔''

''بہت بہتر میں جا رہا ہوں۔'' مینجر اٹھتا ہوا بولا۔ ''لیکن تھوڑی سی تکلیف آپ کو کرنی پڑے گی۔''

''فرمائیے! میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔''

''یہ رہا میرا فون نمبر۔'' وہ کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''مجھے اس کی حالت سے آگاہ کر دیجئے گا اور میری طرف سے کہہ دیجئے گا کہ اس کی اچھی طرح خبر گیری کی جائے گی۔''

''ضرور۔ ضرور۔ ایسا ہی ہوگا۔''

وہ رخصت ہو گیا اور حمید پھر بیٹھ کر بے ہوش لڑکی کو پُرتشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔

اسٹیل ملز کا مینجر تنہا نہیں تھا۔ گاڑی میں ایک اور آدمی بھی اس کے ساتھ تھا اور یہ بھی مشرق بعید ہی کے کسی ملک کا باشندہ تھا۔ اس نے گاڑی کو چوراہے پر بائیں جانب موڑتے

ہوئے پوچھا۔''اب کدھر جناب!''

''بتا دوں گا.....!''مینجر بولا۔''ابھی تو میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کوئی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔''

''یک بیک یہ سب کچھ کیسے ہوا میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔''غیر ملکی نے کہا۔

''ایک انتہائی خطرناک آدمی کے کان میں بھنک پڑ گئی۔ ورنہ ہمارا کام تو جانے کب سے جاری تھا۔''مینجر طویل سانس لے کر بولا۔

''میں نہیں سمجھا کس خطرناک آدمی کا ذکر ہے۔''

''کرنل فریدی۔ دراصل حماقت ان لوگوں سے سرزد ہوئی جنھیں تجربہ کرنا تھا وہیں اسی وقت کسی نہ کسی طرح کیمرے سے فلم کا رول نکال لینا چاہئے تھا۔لیکن وہ ان کی غفلت سے یہاں پہنچ گیا اور پھر اسے حاصل کرنے کے چکر میں ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں کہ یہ سب کچھ ہو گیا۔''

''میرے خیال سے تو ان لوگوں پر تجربہ کرنا ہی نہ چاہئے تھا۔''غیر ملکی نے کہا۔

''بہرحال اب پولیس ہم سبھوں کی نگرانی شروع کر دے گی۔''

''اس کی فکر نہ کرو۔ ہمارے خلاف کوئی ثبوت فراہم کر لینا آسان نہ ہوگا۔ میں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں اسٹیل ملز کے کارکن ضرور تھے۔لیکن باہر وہ کیا کرتے تھے۔اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔''

''لڑکی تو کچھ نہیں جانتی تھی۔''

''میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔''مینجر نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔''دراصل میں موقع کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح بیہوش لڑکی کو انجکشن دے دوں لیکن نرس ہٹی تو کرنل فریدی کا اسسٹنٹ پہنچ گیا۔''

''انجکشن تو لگنا ہی چاہئے جناب! ورنہ.....!''

''اوہ۔ختم کرو۔ دیکھا جائے گا..... جو بیان بھی وہ دے گی۔صرف اس کے بھائیوں ہی کی ذات تک محدود رہے گا اس کا اثر دوسروں پر نہیں پڑ سکتا۔''

''آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں.....!''

''ہاں۔اب ڈربی ہاؤز کی طرف چلو۔ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔''

''میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔''

''کیا مطلب۔''

''فرانسیسی والگو کیوں مارا گیا؟''

''اوہ۔''

''محض اس لیے جناب کہ وہ ڈربی ہاؤز تک پولیس کی رہنمائی کر سکتا تھا۔''

''شش۔ شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' مینجر رومال سے پیشانی کا پسینہ خشک کرتا ہوا بولا۔

''ڈربی ہاؤز سے فون ہی پر رابطہ رکھنا مناسب ہوگا۔''

''شکریہ اوزا کا.....! تم نے بڑے کام کی بات سجھائی.....! اوہ میرے خدا ڈربی ہاؤز کے بارے میں اب صرف ہم دونوں ہی جانتے ہیں۔''

''اس لیے ہمیں پولیس اور ڈربی ہاؤز دونوں سے دور رہنا چاہئے۔'' اوزا کا نے کہا۔

''وہ دونوں بھی جانتے تھے۔'' مینجر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''آخر آپ ڈربی ہاؤز کس لیے جانا چاہتے تھے۔''

''یہی اطلاع دیتے کہ لڑکی کو انجکشن نہیں دیا جا سکا۔''

''یعنی خود ہی اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے جا رہے تھے۔''

''خدا کی پناہ۔ میری عقل کو کیا ہو گیا۔''

''لہٰذا فون پر بھی آپ وہاں یہی اطلاع دیں گے کہ آپ لڑکی کو انجکشن دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔''

''اوزا کا.....تم نے مجھے مرنے سے بچا لیا ہے۔ گاڑی واپس موڑ دو۔''

''لیکن ہم بدستور خطرے میں ہیں جناب.....! آخر پولیس نے اتنی جلدی کیسے پتا لگا لیا کہ وہ دونوں اسٹیل ملز میں کام کرتے تھے۔''

''آخر ان کی سوشل زندگی بھی تو تھی۔ سوسائٹی سے کٹ کر تو نہیں رہا جا سکتا۔ مینجر نے کہا۔

''اور یہی بہت برا تھا۔ ہم جیسے لوگوں کو اپنے ہی حلقے میں محدود رہنا چاہئے۔''

''تم نے کہا ہے کہ ڈربی ہاؤز غلط اطلاع پہنچائی جائے۔ لیکن یہ بات ان لوگوں سے چھپی نہ رہ سکے گی کہ لڑکی کو انجکشن نہیں دیا جا سکا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔اس کے لیے بھی کچھ نہ کچھ سوچنا پڑے گا۔''

''کیوں نہ اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کی جائے۔''

''یہ مناسب نہ ہوگا۔ ویسے یہ ضروری نہیں کہ انجکشن ہر ایک کے سسٹم پر یکساں طور پر اثر انداز ہو۔''

''یہ بھی درست ہے۔''

''گاڑی واپسی کے لیے مڑ چکی تھی۔ دفعتاً مینجر نے کہا'' اس کی کیا ضمانت ہے کہ فریدی ہماری نگرانی نہیں کرائے گا۔''

''اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔''

''جہاں انہیں یہ معلوم ہوا کہ پولیس نے ہماری طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ وہ ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' مینجر نے کہا اور اس طرح ہانپنے لگا جیسے ذرا دیر پہلے دوڑ لگاتا رہا ہو۔

''کیا تم ایسی موت پسند کرو گے اوزاکا۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''تو پھر کچھ کرو۔''

''پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ پولیس ہماری طرف خصوصی توجہ دیتی بھی ہے یا نہیں۔''

''اس کا انتظار فضول ہے۔ جناب! اس سے پہلے ہی کچھ کرنا چاہئے۔'' اوزاکا نے کہا۔

''کیا کریں؟''

''میرے ساتھ چلئے میں کوئی تدبیر کروں گا۔''

اوزاکا نے گاڑی ایک گلی میں موڑ دی اور مینجر سے بولا۔''اب یہ دیکھنے کی کوشش کیجئے کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا۔''

''تم بہت عقلمند ہو اوزاکا.....! گلیوں ہی میں یہ معلوم ہو سکے گا کہ واقعی تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔''

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ گاڑی مختلف گلیوں سے گزرتی ہوئی پھر شارع عام پر نکل آئی اور مینجر بولا۔''نہیں ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔''

''بس یہی وقت ہے کہ ہم کوئی قدم اٹھائیں۔'' اوزاکا نے کہا۔

''میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔''

''کسی طرح فریدی کو مطلع کر دیا جائے کہ لڑکی کو اب کسی سے بھی نہ ملنے دیا جائے۔ ورنہ وہ مار ڈالی جائے گی۔'' اوزاکا نے کہا۔

''اس سے کیا ہوگا۔''

''بتاتا ہوں.....! پہلے اسے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کیجئے.....!''

''لل لیکن یہ تو.....! یہ تو.....!''

''غداری ہوگی۔'' اوزاکا جملہ پورا کر کے ہنس پڑا۔

''یقیناً اور میں اس حد تک نہیں جا سکتا۔''

''پھر سوچ لیجئے۔ ڈربی ہاؤز تک غلط اطلاع پہنچانے سے قبل اسکا تصفیہ ہو جانا چاہئے۔''

''اوزاکا۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پولیس سے مل جائیں۔''

''صرف اپنی جانیں بچانے کی حد تک۔''

''تم کس خیال میں ہو۔ بات لڑکی ہی پر ختم نہیں ہو جائے گی اس صورت میں ہمیں پولیس کو سب کچھ بتا دینا پڑے گا۔''

''میں آپ سے متفق ہوں۔'' اوزاکا نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

''میری دانست میں یہی بہتر ہوگا کہ ڈربی ہاؤز سے فون پر رابطہ قائم کر کے کہہ دیا جائے کہ لڑکی کے سلسلے میں کام ہو گیا ہے۔''

''ابھی اور سوچنا پڑے گا۔'' اوزاکا نے فکرمندی کے اظہار کے ساتھ کہا۔

''ہم جا کہاں رہے ہیں۔'' منیجر نے پوچھا۔

''ابھی تو کہیں بھی نہیں.....!''

''میں کچھ پینا چاہتا ہوں.....!''

''تب پھر میرے گھر چلئے۔ آج کل کسی ہوٹل میں بیٹھنا مناسب نہیں۔''

''ٹھیک ہے چلو۔ وہیں کچھ سوچیں گے بھی۔''

اوزاکا شہر سے باہر ایک چھوٹے سے لیکن خوبصورت بنگلے میں رہتا تھا۔ جس کے گرد دور تک کھیتوں اور باغات کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ اس ویرانے میں وہ تنہا رہتا تھا۔ اندر

پہنچ کر اس نے بڑے ادب سے مینجر کو کرسی پیش کی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں رہتے ہو۔'' مینجر نے حیرت سے کہا۔

''تنہائی پسند آدمی ہوں۔ ویرانے ہی میں دل لگتا ہے۔''

''لیکن آخر یہاں اس عمارت کا کیا جواز ہے۔''

''دراصل یہ بنگلہ ایک زرعی فارم سے متعلق ہے۔ جس کے مالک سے میری دوستی ہے۔''

''ویسے بہت پُر فضا جگہ ہے۔''

اوزاکا نے ایک الماری سے بوتل اور دو گلاس نکالے اور انہیں میز پر رکھتا بولا۔ ''ایک بات سمجھ میں آئی ہے۔''

''پہلے دو دو گھونٹ ہو جائیں۔ پھر کوئی بات سنوں گا۔'' مینجر مسکرا کر بولا۔

''جیسی آپ کی مرضی۔'' کہہ کر وہ گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی سے پیتے رہنے کے بعد مینجر بولا۔ ''میں تو یہ کہتا ہوں کہ انہیں سچی بات سے آگاہ کر دیا جائے۔''

''یعنی کہ آپ انجکشن دینے میں کامیاب نہیں ہوئے۔''

''بالکل۔ وہ کوئی دوسرا انتظام کریں گے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہر معاملے میں کامیاب ہی ہوں۔''

''آپ کو موقع مل بھی جاتا تو آپ اسے انجکشن نہ دے سکتے۔''

''کیوں.....؟''

''اس وقت انجکشن کا سامان آپ کی جیب میں تھا ہی نہیں جب آپ اسپتال میں داخل ہوئے تھے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے!'' مینجر اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوا بولا۔ پھر یکلخت کھڑا ہو کر اوزاکا کو گھورنے لگا۔

''بیٹھ جائیے۔'' اوزاکا نے بیحد نرم لہجے میں کہا۔ ''اور انڈیلوں؟''

''انجکشن کا سامان کیا ہوا۔'' مینجر نے اسے بدستور گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

''میں نے آپ کی جیب سے نکال لیا تھا۔''

''تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔''

''اس لیے کہ میں فیمی کا پاگل پن برداشت نہ کر سکتا.....! وہ میری زندگی ہے۔''

''اسی لیے مجھے بہکانے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''کیا آپ کو اس معصوم لڑکی پر رحم نہیں آتا۔''

''اوزاکا تم غداری کے مرتکب ہوئے ہو.....!''

دفعتاً اوزاکا نے ریوالور نکال لیا اور اس کا رخ مینجر کی طرف کرتا ہوا بولا۔''قتل کا مرتکب بھی ہو سکتا ہوں.....!''

''کک.....کیا مطلب۔''

''دوسرے کمرے میں فون بھی موجود ہے۔تم ابھی انہیں مطلع کرو گے کہ انجکشن لگا دیا ہے۔''

''اوزاکا نے سخت لہجے میں کہا۔''

مینجر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

''چلو.....!'' اوزاکا نے ریوالور کی نال سے دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور مینجر اسی جانب گھوم گیا۔

فون کے قریب پہنچ کر اوزاکا نے ریوالور کی نال مینجر کی کمر سے لگا دی اور بولا۔''نمبر ڈائیل کر کے اطلاع دو.....! یہ میں تم پر بھی احسان کر رہا ہوں۔اس کے فوائد تمہیں بعد میں معلوم ہوں گے۔''

مینجر نے خاموشی سے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔''جبار اسپیلنگ.....! سب ٹھیک ہے۔میں نے لڑکی کو انجکشن دے دیا ہے۔اوہ.....! کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اشیں شناخت کرنے کے بعد وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ پھر اسے اسپتال ہی کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ چونکہ میں اس کے ساتھ تھا۔اس لیے مجھے ہی اس کے پاس بیٹھنا پڑا۔اس طرح میں نے بیہوشی ہی کی حالت میں اسے انجکشن دے دیا.....! نہیں مجھے یقین ہے کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ ہاں ہاں میں تنہا ہی تھا۔میرے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔''

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ اوزاکا نے بڑی پھرتی سے ریوالور کا دستہ اس کی گدی پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر دوسری ضرب اسے فرش پر لے آئی تھی۔ دیکھتے ہی

دیکھتے بے حس و حرکت ہو گیا۔

اوزاکا نے فریدی کے آفس کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف فوراً ہی کال ریسیو کی گئی۔

''مجھے کرنل فریدی سے بات کرنی ہے۔'' اوزاکا نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''میں فریدی ہی بول رہا ہوں۔ کون صاحب ہیں؟''

''میں اپنا نام نہیں بتا سکتا لیکن آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ لڑکی فیمی جو اپنے بھائیوں کی شناخت کرنے کے بعد بیہوش ہو گئی ہے۔ سخت خطرے میں ہے۔''

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''وہ یا تو قتل کر دی جائے گی یا فرانسیسی والگو کی طرح پاگل ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ خود ہی اس کے پاگل ہو جانے کا اعلان کر کے اسے کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیں۔''

''اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد واقعی پاگل نہ ہو چکی ہو گی۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ابھی تک بے ہوش ہے۔''

''اس کی طرف سے مطمئن رہئے۔ جس کو یہ کام سونپا گیا تھا وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔'' اوزاکا نے کہہ کر جلدی سے رابطہ منقطع کر دیا۔ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔

لیکن اب وہ بیہوش مینجر کو پُرتشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا..... تھوڑی دیر بعد اس طرح چونکا جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ تیز قدموں سے چلتا ہوا باہر آ گیا اور گاڑی کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکالی اور پھر اندر واپس آ گیا۔

ڈبیہ سے ایک شیشی اور چھوٹی ہائپوڈرمک سرنج نکالی۔ شیشی سے زرد رنگ کا تھوڑا سا سیال سرنج میں کھینچا اور بیہوش مینجر کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فیمی کے دماغی توازن کھو بیٹھنے کی کہانی چھپی تھی۔ بھائیوں کی لاشیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ دوبارہ ہوش میں آئی تو ذہنی توازن بگڑ چکا تھا۔ خبر کے مطابق اب پولیس کی تحویل میں تھی۔

لیکن حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوائی کیوں چھوڑی گئی ہے کیونکہ فیمی جب ہوش

میں آئی تھی تو حمید اس کے قریب ہی موجود تھا۔ اس سے تھوڑی سی گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلی تھی جسے حمید دماغی خلل پر محمول کرتا۔ اس نے فریدی کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے۔ اس کے بعد فریدی نے خود اپنی نگرانی میں لڑکی کو اسپتال سے کہیں اور منتقل کر دیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد سے فریدی سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت ناشتے کی میز پر بھی حمید تنہا تھا۔

دوسرا اخبار اٹھایا۔ اس کی سرخی بھی یہی تھی اور پھر انور کے اخبار اسٹار پر نظر پڑی اور وہ اس تصویر کو دیکھ کر چونک پڑا۔

من وعن وہی تھا۔ وہی آنکھیں۔ وہی سر سے چپکی ہوئی پگڑی جس سے دونوں کان بھی ڈھک جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ جیرالڈ شاستری کی تصویر تھی۔ وہ کسی کھڑکی میں کھڑا ہوا تھا۔ تصویر کے فریم میں کھڑکی کا فریم بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

اسٹار نے پولیس کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا کہ یہ کون ہے؟ پولیس نے تو عرصہ ہوا اس کی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ لیکن یہ پچھلے دنوں شہر میں دیکھا گیا ہے اور یہ تصویر کرائم رپورٹر انور نے اتاری ہے۔ کیا یہ جیرالڈ شاستری نہیں ہے؟

حمید تیزی سے کھوپڑی سہلانے لگا.....! ڈرائینگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

وہ ناشتے کی میز سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ رمیش کی کال تھی۔

''کرنل صاحب کہاں ہیں!'' اس نے سوال کیا۔

''پتا نہیں۔ پچھلی رات سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کیا بات ہے۔ امر سنگھ تو خیریت سے ہے۔''

''وہ ٹھیک ہے.....لیکن.....کرنل صاحب کے لیے ایک اہم اطلاع ہے.....!''

''کیا مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔''

''پتا نہیں۔ جناب کس موڈ میں ہیں.....!''

''کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔''

''اسٹیل ملز کا مینیجر پاگل ہو گیا ہے۔ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا ہے۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا ہے۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسٹیل ملز کا مینیجر ہے۔''

''کل میں نے اسے پولیس ہسپتال میں دیکھا تھا۔ بہرحال اسے گاڑی سے اتار کر پرنسٹن کے تھانے میں پہنچا دیا گیا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا۔''

''آج کا اسٹار بھی دیکھا۔''

''ہاں دیکھ چکا ہوں۔ انور کا کوئی اسسٹنٹ معلوم ہوتا ہے!''

''میرا خیال ہے کہ آصف صاحب ہتھکڑیاں لے کر دوڑے گئے ہوں گے۔''

''پتا نہیں!'' کہہ کر حمید نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ وہ سوچ رہا تھا تو پھر چلنا چاہئے پرنسٹن کے تھانے کی طرف..... ہوسکتا ہے رمیش کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ اگر وہ پاگل ہوگیا ہے تو کس طرح بتا سکا ہوگا کہ وہ اسٹیل ملز کا مینجر ہے۔

تھوڑی دیر بعد آرمڈ کار پرنسٹن کے تھانے کی طرف جارہی تھی اور حمید سوچ رہا تھا کہ رمیش نے اسے اپنے محکمے ہی کے حوالے سے پرنسٹن والوں کے سپرد کیا ہوگا۔

وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسے ایک خالی کمرے میں بند کر دیا گیا ہے.....! حمید کو دیکھ کر سلاخوں کے قریب آ کھڑا ہوا۔ یہ اسٹیل ملز کا مینجر جبار ہی تھا۔

''آپ نے مجھے پہچانا۔'' حمید نے سوال کیا۔

''پپ..... پپ..... پیں۔'' جواب ملا۔

''کل پولیس ہسپتال میں ہم ملے تھے.....!''

''خررر..... خرچ.....!''

''آپ فیمی کی نگہداشت کر رہے تھے۔''

''داشت..... داشت..... بھاگ جاؤ سالے۔''

''بیکار ہے کیپٹن.....!'' عقب سے انچارج کی آواز آئی۔ ''بالکل دماغ الٹ گیا ہے۔''

''جب تک کرنل صاحب کی طرف سے ہدایات نہ ملیں کسی کو اس سے نہ ملنے دیا جائے۔'' حمید نے مڑ کر انچارج سے کہا۔

''یہ کون ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔لیکن یہ محکمے کے زیرنگرانی رہا تھا۔اسی دوران میں یہ حالت ہوئی۔''

''تب تو بن رہا ہے۔''

''جو کچھ بھی ہو۔لیکن اسے قطعی چھیڑا نہ جائے اس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے کرنل صاحب ہی کریں گے۔''

''بہت بہتر۔''

''اس طرف کسی کو بھی نہ آنے دیا جائے۔خواہ وہ خود کو اسکا رشتہ دار ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔''

''ایسا ہی ہوگا۔مطمئن رہیں۔''

حمید باہر آ کر گاڑی میں بیٹھا اور وائرلیس ٹیلفون پر اپنے محکمے کے ایکس چینج سے رابطہ قائم کر کے بولا۔''اگر میری کوئی کال آئے تو اسے اے سی فائیو کی طرف ڈائریکٹ کر دینا۔''

''کچھ دیر پہلے کسی عورت کی کال آئی تھی۔''دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میرے لیے۔''حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں..... پہلے کرنل صاحب کو پوچھا تھا.....! پھر آپ کو.....!''دوسری طرف سے کہا گیا۔

''خیر اب کرنل صاحب کی کالیں بھی میری طرف ہی ڈائرکٹ کر دینا۔''

''بہت بہتر۔''

''دیٹس آل۔''کہہ کر حمید نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا لیکن سوال تھا کہ اب کہاں جائے اور کیا کرے۔انور سے نہیں الجھنا چاہتا تھا کہ فریدی نے اس سے باز رہنے کو کہا تھا۔اوہ قاسم.....! اسی کی خبر لینا چاہئے۔پتا نہیں اب بھی وہیں جما ہوا ہے یا گھر واپس آ گیا۔گھر ہی چلنا چاہئے.....! گاڑی کا رخ موڑتے ہوئے اس نے طویل سانس لی.....! کچھ دور چلا تھا کہ فون کا بز رسنائی دیا۔ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور نکالا۔

''اے سی فائیو.....!''اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''کال ہے جناب۔''دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ملاؤ۔''حمید نے کہا۔

دوسری طرف بولنے والی کوئی عورت ہی تھی۔

''ہیلو.....! کیپٹن!''اس نے کہا۔''میں رے کیشی بول رہی ہوں۔کرنل سے بات نہیں

ہو رہی۔''

''وہ کہیں مصروف ہیں۔ کوئی خاص بات....!''

''فیمی کا کیا حال ہے۔ میں نے اخبار میں اس کے متعلق دیکھا تھا۔ کیا میں اس سے مل سکتی ہوں۔''

''پتا نہیں۔ کرنل ہی بتا سکیں گے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے رکھا کہاں گیا ہے اور فی الحال یہ بھی نہیں جانتا کہ کرنل کہاں ہیں۔''

''آپ سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔''

''اس وقت تو میں گاڑی پر ہوں.....!''

''اگر کوئی حرج نہ ہو تو ادھر ہی آ جایئے۔''

''ضرور....ضرور....دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں!'' حمید نے کہا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اپنے ایکسچینج کے آپریٹر سے بولا۔''میں ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب جا رہا ہوں۔ نوٹ کرو۔''

''بہت بہتر جناب....ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب، یہ کہاں ہے جناب۔''

''سرسبز کالونی میں.....! فون نمبر ڈائریکٹری میں دیکھ لینا۔''

''او کے سر!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اس سے کیوں ملنا چاہتی ہے۔ اس نے فیمی کے بارے میں پوچھا تھا جس کا جواب اسے مل گیا تھا۔ کیا اس کے سلسلے میں کچھ اور بھی بتانا چاہتی ہے۔

انور آفس جانے کے لیے تیار ہی ہو رہا تھا کہ باہر سے کسی نے کال بل کا بٹن دبایا۔

''اوہ....تو تم پہنچ گئے مردود!'' انور دانت پیس کر بڑبڑایا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی کی گرہ درست کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ صبح ہی صبح انسپکٹر آصف سے ضرور مڈبھیڑ ہو گی۔ خواہ گھر پر ہو خواہ دفتر میں۔

بڑی بیزاری سے اس نے دروازہ کھولا تھا لیکن وہ تو ایک سفید فام عورت تھی جوان العمر اور خاصی تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ خطوط بھی دلآویز تھے لیکن یہاں اس کا کیا کام۔

''مجھے مسٹر انور سے ملنا ہے.....!'' اس نے کہا۔

''میں ہی انور ہوں.....!''

''اوہ مسٹر انور.....! کیا مجھے تھوڑا سا وقت دے سکو گے!''

''ضرور.....ضرور!'' وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

''میں نے تمہارا پتہ تمہارے آفس سے معلوم کیا ہے۔ پہلے وہیں گئی تھی۔'' وہ فلیٹ میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔

''اچھا.....اچھا.....بیٹھو!'' انور نے کرسی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''شکریہ!'' وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

''اب بتاؤ۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں.....!''

''تم نے اسے کہاں دیکھا تھا۔''

''اوہ۔ شاید تم اس تصویر کی بات کر رہی ہو۔''

''ہاں۔ اسی کی۔''

''مجھے افسوس ہے محترمہ.....!''

''جوڈیتھ.....تم مجھے جوڈی کہہ سکتے ہو.....!''

''ہاں تو جوڈی.....تاوقتیکہ پولیس مجھے اس کی اجازت نہ دے میں جگہ کے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔''

''پولیس! پولیس کو اس سے کیا سروکار.....! پولیس کیوں!''

''شاید تم نے تصویر سے متعلق تحریر پر غور نہیں کیا۔''

''تحریر۔ وہ میری سمجھ ہی میں نہیں آئی۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' انور اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''بڑی عجیب بات کیوں ہے۔''

''تحریر تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔''

''پولیس کو اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔''

''وہ کون ہے۔''

''میرا چچا ہے۔ مسٹر برٹرانڈ.....! ایک سال سے میں اسے تلاش کر رہی ہوں۔''

''حالانکہ وہ کئی سال پہلے مر چکا ہے.....! یہاں جیرالڈ شاستری کہلاتا تھا۔''

''یقیناً تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کا نام برٹرانڈ گراہم ہے اور ہم دونوں پچھلے سال پیرس میں ملے تھے۔''

''اس کے باوجود بھی میں تمہیں یہ نہیں بتا سکوں گا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔''

''اتنا غیر انسانی رویہ مت اختیار کرو۔''

''مائی ڈیر جوڈی میں مجبور ہوں۔ یہ اصول کی بات ہے! میں نے پولیس سے ایک سوال کیا ہے؟''

''اس کا نام جیرالڈ شاستری نہیں ہے۔''

''لیکن پولیس کو تسلیم کر لینا پڑا ہے کہ وہ جیرالڈ شاستری کے علاوہ اور کسی کی تصویر نہیں ہو سکتی۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کس پولیس آفیسر سے ملوں۔''

''کہیں بھی کسی پولیس آفیسر سے بات کر سکتی ہو۔''

اتنے میں پھر کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور انور اٹھتا ہوا بولا۔''معاف کرنا۔ میں ابھی آیا۔''

''دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر آصف کی پھولی ہوئی تھوتھنی دکھائی دی.....!''

''بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔'' انور مسکرا کر بولا۔''اس وقت یہاں اس کی بھتیجی بھی موجود ہے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو تمہیں میرے ساتھ وہاں چلنا ہے۔'' آصف غرایا۔

''پہلے اس سے مل لو۔''

''آصف اس کے ساتھ سٹنگ روم میں داخل ہوا اور جوڈی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ لیکن انور لپک کر بولا۔''یہ مس جوڈیتھ گراہم ہیں اور آپ ایک بڑے پولیس آفیسر مسٹر آصف۔''

جوڈی نے اٹھ کر آصف سے مصافحہ کیا اور بولی۔''یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ مسٹر انور کسی پولیس آفیسر کی اجازت چاہتے تھے۔''

''میں نہیں سمجھا!'' آصف بیٹھتا ہوا بولا۔

''میرے چچا کے معاملے میں۔''

آصف نے حیرت سے انور کی طرف دیکھا۔لیکن انور اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''کیا معاملہ ہے!'' آصف نے اس سے سوال کیا۔

''بہتر ہوگا کہ تم خود ہی بتاؤ۔'' انور نے جوڈی سے کہا۔

''وہ تصویر جو مسٹر انور نے اپنے اخبار میں چھاپی ہے۔میرے چچا برٹرانڈ گراہم کی ہے۔''

''اوہ۔'' آصف ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

''میں مسٹر انور سے درخواست کر رہی تھی کہ مجھے وہ جگہ بتا دیں جہاں انہوں نے میرے چچا کو دیکھا تھا۔لیکن یہ کہتے ہیں کہ پولیس سے اجازت حاصل کئے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

''کیا تمہارے چچا زندہ ہیں مس گراہم۔'' آصف نے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔لیکن شاید وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔''

''تمہارے چچا ایسی ہی پگڑی باندھتے ہیں۔''

''اوہ۔انہیں دیس دیس کے ملبوسات کا خبط ہے۔یہ میرے لیے ایسی کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔''

''آخری بار ان سے کب ملاقات ہوئی تھی۔''

''پچھلے سال پیرس میں۔''

''تم یہاں کب سے ہو۔''

''چھ ماہ سے۔یہاں سرکاری پولٹری فارمنگ کے ادارے سے وابستہ ہوں۔''

''کیا تمہارے چچا تم سے چھپتے پھر رہے ہیں۔''

''خدا جانے۔یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔پیرس میں بھی وہ اچانک غائب ہو گئے تھے۔''

''تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔''

''انگلینڈ سے اور میرے چچا انگریز ہیں۔''

''پچھلی ملاقات سے چھ ماہ قبل ہم انگلینڈ میں ساتھ ہی رہتے تھے۔''

''علیحدگی کیسے ہوئی تھی۔''

''بس ایک دن وہ اچانک غائب ہو گئے تھے۔بہرحال میری جانب سے دس ہزار کی

پیش کش ہے اس کے لیے جو بھی انہیں تلاش کرنے میں میری مدد کرے۔''

آصف چونک کر انور کو گھورنے لگا۔ پھر اردو میں بولا۔'' میں سمجھ گیا۔''

'' کچھ غلط ہی سمجھے ہو گے۔'' انور مسکرا کر بولا۔

''تم نے اس لڑکی کو بیوقوف بنانے اور ٹھگنے کے لیے وہ تصویر چھاپی ہے۔''

''ہم دونوں پہلی بار ملے ہیں۔''

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔'' آصف نے کہا اور لڑکی سے انگلش میں پوچھا۔''تمہارے چچا کی کوئی تصویر ہے یا نہیں۔''

''ہے لیکن وہ عربی لباس میں ہے۔''

''میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں دکھاتی ہوں!'' اس نے اپنے ہینڈ بیگ کا زپ کھولتے ہوئے کہا۔ پھر ایک تصویر نکال کر آصف کی طرف بڑھادی۔ انور بھی اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔ یہ تصویر بھی بلاشبہ اسی شخص کی تھی۔ فرق صرف لباس کا تھا۔

''کیا یہ تصویر تم نے کسی اور کو بھی دکھائی تھی۔''

''بہتیروں کو.....!'' جوڈی نے جواب دیا۔

''اب میں بالکل سمجھ گیا!'' آصف پھر اردو میں بولا اور انور کو تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

''کیا سمجھ گئے۔''

''کبھی نہ کبھی تم نے بھی یہ تصویر دیکھی ہو گی اور اسے جیرالڈ سے مشابہ پا کر یہ اسکینڈل بنا ڈالا تا کہ لڑکی کو ٹھگ سکو۔ دس ہزار روپے خاصی رقم ہے۔''

''مشابہت کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''صد فی صد جیرالڈ شاستری معلوم ہوتا ہے۔'' آصف نے خشک لہجے میں کہا۔

''اور اب تمہیں اس جگہ کی نشاندہی کرنی پڑے گی۔''

''مجھے بیحد افسوس ہے بوڑھے بیٹے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔''

''ہوش میں رہ کر بات کرو۔ ورنہ ہتھکڑیاں لگا دوں گا۔''

''کرنل صاحب کا حکم ہے کہ میں جگہ کی نشاندھی نہ کروں.....!''

''کرنل کون ہوتا ہے حکم دینے والا۔ تصویر کا مسئلہ میرے سپرد ہوا ہے۔''

''اس کے باوجود بھی تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔ پہلے ثابت کر دو کہ وہ جیرالڈ ہے پھر مجھ پر دھونس جمانا۔''

''کیا مطلب۔''

''پولیس کا موقف ہے کہ جیرالڈ مر چکا ہے۔''

''اچھا تو پھر۔''

''اب اگر وہ مجھ سے جیرالڈ کا پتہ پوچھتی ہے تو اسے دماغی خلل ہی کہا جائے گا۔''

''شاید تم سچ مچ بند ہونا چاہتے ہو۔''

''کوشش کر ڈالنے میں کیا مضائقہ ہے۔ میں خود کو گرفتاری کے لیے رضا کارانہ طور پر پیش نہیں کر سکتا۔''

''فریدی کے بل پر مت پھولو۔''

''مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ کل کے اخبار میں تمہاری تصویر الٹی چھپ جائے۔''

''کیا میں مایوس ہو جاؤں!'' جوڈی نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

''ہرگز نہیں!'' آصف بولا۔ ''میں تمہاری مدد کروں گا۔''

''پانچ ہزار پیشگی دے سکتی ہوں۔''

''تم میرے پاس آئی تھیں۔ ان سے بات نہ کرو۔'' انور نے جوڈی سے کہا۔

''یہی سہی لیکن پہلے تم وعدہ کرو کہ میری مدد کرو گے۔''

''کیا تمہارا چچا بہت مالدار اور لاولد ہے۔''

''یہی بات ہے۔'' جوڈی نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

''لیکن وہ تم سے کیوں بھاگتا پھر رہا ہے!''

''مجھ سے تو نہیں بھاگ رہا۔ مجھ سے بھاگنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی۔''

''اگر تمہارے حق میں کوئی وصیت مرتب کر چکا ہے تو تم بھی چین سے بیٹھو اور اس کی موت کا انتظار کرو۔''

''کیا میں محض اس کی دولت حاصل کرنے کے لیے اس کی بھتیجی ہوں۔''

''یہ سوال خود سے کرو۔''

''مسٹر انور.....! میں اپنے چچا کو بیحد چاہتی ہوں کیونکہ میرے والدین بچپن ہی میں مر گئے تھے اور میری پرورش اسی چچا نے کی تھی۔''

''تم وقت گزارنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' آصف نے اردو میں دخل اندازی کی۔

لیکن انور سنی ان سنی کر کے بولا۔''مس گراہم مجھے افسوس ہے۔''

''اس جملے کا کیا مطلب لوں۔''

''بعض حالات کی بنا پر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''میں تمہیں صرف دس منٹ کا وقت دیتا ہوں میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' آصف اردو میں غرایا۔

''میرے گھر میں بیٹھ کر اس طرح مت غراؤ۔''

''کیا اپنی بے عزتی ہی کرانا چاہتے ہو۔''

''تمہارے حصے کا خیال رکھا جائے گا۔ اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔''

''کیا مطلب!''

''دس ہزار کے چوتھائی۔''

''میرے علم میں لا کر تم کسی کو نہیں ٹھگ سکتے۔''

''ایسی چاندی صورت کو ٹھگا نہیں جاتا۔ پوجا کی جاتی ہے۔''

''سیدھی طرح اس جگہ کی نشاندھی کر دو۔''

''گریشم لاج۔ وہ گریشم لاج کی ایک کھڑکی تھی۔ بس اب جاؤ۔''

''تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔''

''تمہارے فرشتے بھی مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔''

''اچھی بات ہے میں تمہیں دیکھ لوں گا۔'' آصف اٹھتا ہوا بولا۔

''کیا اجازت مل گئی۔'' جوڈی نے انور سے پوچھا۔

''نہیں۔'' آصف نے زور سے کہا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔

''مم۔ میں نہیں سمجھ سکتی۔'' وہ ہکلا کر رہ گئی۔

''اس شخص کے اجازت دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''تو پھر چلو میرے ساتھ۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ مجھے دراصل اس آفیسر سے اجازت لینی پڑے گی جس نے اس سلسلے میں رازداری برتنے کو کہا تھا۔''

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر میرے چچا کے لیے پولیس کیوں اتنی پریشان ہے!''

''ایک بہت بڑے مجرم سے مشابہت رکھتا ہے آپ کا چچا۔''

''لیکن وہ مجرم تو شاید مر چکا ہے تمہاری ہی تحریر کے مطابق۔''

''پولیس کی اپنی کوئی دشواری ہوگی۔ ویسے جہاں میں نے تمہارے چچا کو دیکھا تھا وہ جگہ اب بالکل ویران ہے وہاں کوئی نہیں ہے۔ فلیٹ میں قفل پڑا ہوا تھا۔''

''میں کم از کم اس کا فلیٹ تو دیکھ لوں گی۔''

''وہ اس کا فلیٹ نہیں ہے۔''

''یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔''

''اس لیے کہ میں اس فلیٹ کے اصل مکینوں سے واقف ہوں۔''

''تھوڑی سی آس بندھی تھی تم نے توڑ دی۔'' اس نے مغموم لہجے میں کہا۔

''تم مجھے اپنا پتہ دے دو جیسے ہی پھر کہیں نظر آیا تمہیں مطلع کر دوں گا۔''

''خیر یہی سہی میں تم سے رابطہ رکھوں گی۔'' اس نے انور کو اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

حمید نے ریڈ ٹائیگر جوڈو کلب کے سامنے گاڑی روکی اور چوکیدار کو قریب بلا کر کہا کہ وہ گاڑی پر نظر رکھے اور کسی کو اس کے قریب نہ آنے دے اور پھر گاڑی سے اتر کر عمارت میں داخل ہوا۔ کیشی اس کی منتظر تھی۔ حمید نے اسے قدرے پریشان بھی پایا۔

''کوئی خاص بات!'' حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''فیمی اور اسکے بھائیوں کا معاملہ میرے لیے مستقل طور پر الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔''

''یہی حال ہم لوگوں کا بھی ہے۔''

''لیکن آپ نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ اخبار میں کچھ اور آیا ہے۔''

''یقین کرو مجھے اس وقت تک حالات کا صحیح علم نہیں تھا۔''

''وہ عورت کون تھی جو ماری گئی۔''

''میں یہ بھی نہیں جانتا اور دراصل مجھے اپنے پیشے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے۔ بس کسی مشین کی طرح چلتا رہتا ہوں۔ باس سے جو حکم ملا اس کی تعمیل کر دی۔''

''خیر..... بہرحال..... میں ایک دشواری میں بھی پڑ گئی ہوں۔ وہ آدمی جس کی تصویر اسٹار میں شائع ہوئی ہے۔ پچھلی رات مجھ سے ملا تھا۔''

''اوہ۔''

''وہ کون ہے.....!''

''اگر وہ واقعی تم سے ملا تھا تو ایک بہت بڑے مجرم کا ہمشکل ہے جو کئی سال ہوئے ہماری آنکھوں کے سامنے مر گیا تھا۔''

''جیرالڈ شاستری۔''

''ہاں یہی نام تھا اس کا لیکن تم کس دشواری میں پڑ گئی ہو۔''

''پچھلی رات وہ آیا اور مجھے ایک لفافہ تھما کر چلا گیا۔ یہ دیکھئے.....!'' اس نے میز کی دراز سے ایک لفافہ نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

لفافے سے جو پرچہ برآمد ہوا تھا اس پر یہ مختصر سی تحریر تھی۔

محض تمہاری وجہ سے فیمی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گی۔

حمید نے پرچے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر رے کیشی کے چہرے پر نظر جما دی۔

''آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ اب کہیں آپ کسی دشواری میں نہ پڑ جائیں۔''

''مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر آج کے اخبارات میں اس کی تصویر نہ دیکھتی اور ساتھ ہی فیمی کے احوال سے آگاہی نہ ہوتی تو کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتی۔''

''بات میری تکلیف کی نہیں ہے۔'' حمید نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''پھر کیا بات ہے.....!''

''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اب وہ لوگ آپ کو پریشان کریں گے۔ کاش میں آپ کو ان لاشوں کی شناخت کرانے کے لیے نہ لے گیا ہوتا۔''

''اس کی فکر آپ نہ کریں!'' وہ ہنس کر بولی۔ ''میں اپنی حفاظت خود کرسکتی ہوں بہترین قسم کے لڑاکے میرے شاگرد ہیں۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن.....!'' حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ ایسی زبردست فکرمندی اپنے چہرے سے ظاہر کر رہا تھا جیسے خود اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔

رے کیشی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی رہی۔ دراصل حمید یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس حد تک سچ بول رہی ہے اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ خود بھی انہی لوگوں سے متعلق نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے فریدی نادانستگی میں اس پر اعتماد کر بیٹھا ہو۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ فریدی جو پہلے خود رے کیشی سے ملنے نکلا تھا۔ اچانک راستے ہی میں رہ گیا تھا اور اسے بھیج دیا تھا رے کیشی کے پاس۔

''کیا اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہے؟'' دفعتاً رے کیشی نے سوال کیا اور حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میری عقل ہی خبط ہو گئی ہو۔'' حمید نے کہا۔

''کیا جیرالڈ شاستری مر کر بھوت ہو گیا تھا۔''

''آپ بھوتوں پر یقین رکھتے ہیں؟''

''دیکھے ہیں میں نے پھر یقین کیوں نہ رکھوں گا۔''

''لیکن کرنل فریدی تو اس قسم کی ضعیف الاعتقادی کے شکار نہیں ہیں۔''

''نہ ہوں گے۔'' حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

''آپ بہت پریشان نظر آ رہے ہیں!'' وہ ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

''حالات ہی ایسے ہیں۔''

''حالات ہی تو میں جاننا چاہتی ہوں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے اس شہر میں ایگل بیچ پر دھماکے ہوئے تھے۔ آگ لگی تھی۔ لوگ شہر میں اسٹین گنوں سے فائرنگ کرتے پھرتے ہیں۔ اس دوران میں کئی آدمی مر گئے۔''

''جب بھی کسی مجرم کا بھوت پولیس والوں کو دکھائی دیتا ہے۔ یہی ہونے لگتا ہے۔''

''آخر اوسوا اور پتامو نے پولیس والوں پر کیوں فائرنگ کی تھی۔''

''انہوں نے خاص طور پر پولیس والوں پر فائرنگ نہیں کی تھی بلکہ اس عورت کو مار ڈالنا چاہا تھا جو اس وقت پولیس کی تحویل میں تھی۔''

''اس عورت سے کیا جرم سرزد ہوا تھا۔''

''ان مجرموں کے خلاف کچھ ثبوت تھے اس کے پاس وہ بھی انہی کی ساتھی ثابت ہوئی ہے۔ پولیس نے محض شبہے کی بنا پر اسے گرفتار کیا تھا۔''

''ان لوگوں کا جرم کیا ہے؟''

''اس کا تو مجھے علم نہیں ہے۔''

''کمال ہے مجرم بھی ہیں اور پولیس کو ان کے جرم کا علم بھی نہیں ہے۔''

''میں نے گزارش کی تھی کہ مجھے علم نہیں ہے۔ ہم لوگ تو صرف احکامات کی تعمیل کے لیے ہوتے ہیں۔''

''کرنل کو تو علم ہوگا ہی۔''

''یقینی بات ہے وہ کبھی کوئی لایعنی قدم نہیں اٹھاتے۔''

رے کیشی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔''ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مس رے کیشی آخر وہ آپ کو یہ اطلاع کیوں دے گیا کہ فیمی پاگل ہو جائیگی۔''

''یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں۔ پولیس اور کسی ذریعے سے بھی ان لاشوں کی شناخت کرا ہی لیتی اور.....!'' وہ جملہ پورا نہ کر سکی کیونکہ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ کال ریسیو کر کے بولی۔''جی ہاں موجود ہیں۔''

اور ریسیور حمید کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز آئی۔'' آپ کی کال ہے جناب!''

''کنکٹ کرو۔'' حمید نے کہا اور پھر اس نے فریدی کی آواز سنی۔

''وہاں کیا کر رہے ہو!'' اس نے سوال کیا۔

حمید اسے بتانے لگا کہ کس طرح رے کیشی نے اسے کال کر کے بلایا تھا اور ایک

حیرت انگیز اطلاع دی تھی۔

''ہوں.....اچھا.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''تم نے مینجر کو دیکھا.....!''

''اوہ تو آپ کو اس کی بھی اطلاع مل گئی.....!''

''ہاں۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے!''

''بناوٹ نہیں معلوم ہوتی.....لیکن.....فیمی.....!''

''اُس کی فکر نہ کرو.....تمہیں ایک لڑکی کو چیک کرنا ہے!''

''زہے نصیب۔''

''جوڈیتھ گراہم نام ہے۔ ہوٹل ڈی فرانس کے کمرہ نمبر بیالیس میں مقیم ہے اس کے کاغذات چیک کرو۔ کب سے یہاں مقیم ہے اور کیا کرتی ہے۔ اسٹار میں جو تصویر شائع ہوئی ہے اسے دکھا کر صاحبِ تصویر کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔''

''اور مس رے کیشی سے کیا کہوں؟''

''ریسیور اسے دو۔''

حمید نے ریسیور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ''کرنل!''

وہ ریسیور کان سے لگا کر سنتی رہی پھر ہنس کر بولی۔ ''نہیں کرنل..... میں تم لوگوں کو الزام نہیں دے رہی۔ اگر اخبار میں اس کی تصویر نہ دیکھتی تو تمہیں خبر بھی نہ ہونے دیتی۔''

''میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔ میرا نشانہ بھی تم دیکھ چکے ہو.....نہیں ایسی کوئی بات نہیں.....لیکن میں فیمی کے انجام پر مغموم ضرور ہوں.....او کے.....! خدا حافظ۔''

اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی۔ پھر حمید کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ ''وہ خود فیمی کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔''

حمید نے سر کو جنبش دے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا مس! اب میں تو چلا دوسرا کام بتا دیا گیا ہے۔ اکثر خواب میں بھی دوڑنے لگتا ہوں۔''

''زندگی اسی کا نام ہے۔'' رے کیشی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔

ہوٹل ڈی فرانس پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس وقت جوڈیتھ اپنی ڈیوٹی پر ہو گی۔ سرکاری تجرباتی پولٹری فارم میں لیبارٹری انچارج کے عہدے پر فائز تھی۔

اس اطلاع پر حمید نے آنکھیں سکوڑیں اور فارم کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مرغیوں سے گھری ہوئی لڑکی کیسی لگتی ہو گی۔ کٹ کٹ کٹاخ..... کٹ کٹ کٹاخ.....اس کے ذہن میں مرغیوں کی آوازیں گونجنے لگیں اور وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''لاحول ولاقوۃ۔''

اس دوران میں پوری طرح ہوشیار بھی رہا تھا اور اس پر نظر رکھی تھی کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا لیکن ابھی تک اس کا ثبوت نہیں مل سکا تھا۔ بالآخر فارم تک پہنچ گیا۔ لڑکی سے ملا اور خوش ہو گیا۔ توقعات سے بڑھ کر نکلی تھی۔ اس نے اسے اپنا شناخت نامہ دکھا کر کاغذات طلب کیے۔

''مجھے افسوس ہے کیپٹن! میں اپنے کاغذات ہر وقت ساتھ نہیں لیے پھرتی اور پھر میں سرکاری ملازم بھی ہوں۔'' اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور حمید بے حد خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ''محض ضمنی سی کارروائی ہے۔ اس میں توہین کا پہلو نہ نکلنا چاہئے۔''

''آخر کیوں؟ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

''بسا اوقات اسکی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے اور ہم ایک ایک غیر ملکی کو چیک کرتے ہیں۔''

''یعنی مجھ پر کوئی الزام نہیں ہے۔''

''ہرگز نہیں محترمہ۔''

''کاغذات دکھانے کے لیے مجھے اپنے ہوٹل تک چلنا پڑے گا۔''

''کیا ابھی آپ کو اجازت مل جائے گی۔''

''کوشش کرتی ہوں۔ ویسے بھی آج دیر سے پہنچی تھی۔ اوہ میں سمجھ گئی۔ اس کرائم رپورٹر نے آپ کو میرے متعلق بتایا ہو گا۔''

''ابھی تک میری ملاقات کسی کرائم رپورٹر سے نہیں ہوئی۔''

''پھر اور کوئی ذریعہ ہو گا۔ بہرحال میں معلوم کرتی ہوں کہ ابھی آپ کے ساتھ جا سکوں گی یا نہیں۔''

''تعاون کا بہت بہت شکریہ۔''

وہ کمرے سے نکل گئی اور حمید مرغیوں کا شور سنتا اور بور ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر اس نے خوشخبری سنائی کہ اسے پورے دن کی چھٹی مل گئی ہے۔

حمید نے اسے آرمڈ کار میں بٹھایا اور ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہو گی وہ تو بالکل خاموش ہی ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اندیشوں اور تفکرات میں گھر کر رہ گئی ہو۔ آخر حمید ہی نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

''میرا ملک کیسا لگا آپ کو.....!''

''ابھی میری سمجھ ہی میں نہیں آیا۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''مطلب یہ تھا کہ آپ بور تو نہیں ہو رہیں۔''

''بور ہونا تو لازمی ہے جب ڈھنگ کی کوئی کمپنی نہ ملے۔''

''ہاں..... یہ تو ہوتا ہے۔ دراصل ہمارا مزاج دوسروں سے مختلف ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

حمید نے سوچا خود کو لیے دیئے رہنے کی عادی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ ہوٹل ڈی فرانس پہنچ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لائی اور کاغذات دکھانے لگی۔ کاغذات ٹھیک ہی معلوم ہوتے تھے۔

پھر حمید نے اسٹار کا تازہ پرچہ بریف کیس سے نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا آپ نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے؟''

یک بیک اس نے حمید کو گھور کر دیکھا اور بولی۔ ''آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا۔''

''کس سلسلے میں؟'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''اس تصویر کے سلسلے میں کہ اسی کرائم رپورٹر نے آپ کو میرے پاس نہیں بھیجا تھا۔''

''میں اپنے چیف کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔''

''تو پھر اس نے آپ کے چیف ہی کو مطلع کر دیا ہو گا۔ بہرحال میں نے اس کرائم رپورٹر سے تھوڑی سی غلط بیانی کی تھی۔ یہ میرا چچا نہیں ہے لیکن مجھے اس کی تلاش ہے کیونکہ اس کی وجہ سے میرا کیریئر تباہ ہو گیا۔''

''اوہ.....! کیا آپ اسی کرائم رپورٹر کی بات کر رہی ہیں جس کے حوالے سے یہ تصویر چھاپی گئی ہے۔''

''جی ہاں.....! میں اس کے پاس گئی تھی اس سے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس

نے اسے کہاں دیکھا تھا لیکن اس نے نہیں بتایا۔ یہی کہتا رہا کہ پولیس کی اجازت نہیں ہے۔''

''آپ نے ابھی کہا تھا کہ یہ آپ کا چچا نہیں ہے۔''

''جی ہاں اور نہ برٹرانڈ گراہم نام ہے۔ یہ نام تو میں نے اپنے نام کی مناسبت سے لیا تھا۔''

''پھر کیا نام ہے؟''

''خدا ہی جانے۔ ایسے لوگوں کے اصل ناموں سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''میں اس شخص کو بن ہارا کے نام سے جانتی ہوں۔''

''لیکن آپ نے اس کرائم رپورٹر سے غلط بیانی کیوں کی تھی۔''

''ضروری نہیں کہ میں ہر ایک کو اپنے اصل معاملات سے آگاہ کرتی پھروں۔''

''یہ بھی درست ہے۔ تو گویا آپ کا اس سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔''

''اتنا خاص تعلق ہے کہ میں اسے قتل کر دینا چاہتی ہوں۔''

''پلیز.....! پلیز.....!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''آپ ایک پولیس آفیسر سے بات کر رہی ہیں۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ اسی لیے صاف صاف گفتگو کر رہی ہوں.....! اس کی وجہ سے میرا چچا جیل میں سڑ رہا ہے.....! برٹرانڈ گراہم اسی کا نام ہے.....!''

''آپ کا چچا برٹرانڈ گراہم اسی کی وجہ سے جیل میں سڑ رہا ہے۔''

''جی ہاں.....! اور وہ کوئی معمولی آدمی نہیں۔ میرے ملک کا بہت بڑا سائنسدان ہے یہ شخص بن ہارا اس کا اسسٹنٹ تھا۔ وہ ایک سرکاری پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے اس شخص بن ہارا نے بعض اہم چیزیں غائب کر دی اور خود معصوم بنا رہا۔ میرے چچا پھنس گئے پھر میں نے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کیں تو پتا چلا کہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ مختلف ممالک کے سائنسی تکنیکی راز چرا کر ادھر ادھر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے ملک کی پولیس کو اس سے باخبر کر دیا لیکن یہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ پھر میں یہاں چلی آئی۔ چچا کے علاوہ میرا دنیا میں اور کوئی نہیں۔''

''بے حد افسوس ہوا مس گراہم.....!''

''صرف افسوس ظاہر کریں گے۔''

''افسوس ظاہر کرنے نہیں آیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں کیونکہ اس شخص نے ہمیں چونکا دیا ہے۔''

''آپ بھی شاید جیرالڈ شاستری کا قصہ سنائیں گے۔''

''ظاہر ہے کہ اسی نام نے ایسے ہی ایک آدمی سے ہمارا سابقہ پڑ چکا ہے اور ہمارے دلچسپی لینے کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ کشت وخون کے ایک حالیہ واقعے سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ آپ نے اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ دو افراد نے ایک پولیس پارٹی پر حملہ کیا تھا اور مارے گئے تھے۔''

''جی ہاں۔ شاید.... اور کوئی عورت بھی ماری گئی تھی۔''

''دراصل اسی ملزمہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔''

''اچھا تو پھر!''

''یہ شخص جس کا نام آپ نے بن بارا بتایا ہے انہی دونوں کے فلیٹ میں دیکھا گیا تھا۔''

''اوہ.....! میں سمجھتی ہوں۔ وہ یہاں بھی کچھ کر رہا ہے۔ مسٹر آفیسر جلد کچھ کیجئے ورنہ آپ کے ملک کو بھی کوئی بہت بڑا نقصان پہنچ جائے گا۔''

''آپ نے سچ مچ تشویش میں مبتلا کر دیا۔''

''وہ میک اپ کا بھی ماہر ہے۔''

''لیکن آنکھوں کی مخصوص بناوٹ کو نہیں چھپا سکتا۔''

''اس کے لیے تاریک شیشوں کی عینک کافی ہوگی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' حمید نے کچھ سوچتے ہوئے تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''تو یہ اس کی اصلی شکل ہے۔''

''خدا جانے۔ میں نے تو اسی شکل میں دیکھا تھا۔''

''لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ میک اپ کا ماہر بھی ہے۔''

''ظاہر ہے کہ اس کے بارے میں چھان بین کی ہوگی میں نے۔''

''اگر وہ ایسا ہی خطرناک آدمی ہے تو آپ کو اس طرح کرائم رپورٹر کے پاس نہ دوڑا

جانا چاہئے تھا۔''

''ہاں۔ اب میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔''

''لیکن یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ آپ کیا کرتیں۔''

''یقین کیجئے کہ میں اسے قتل کر دینے کی کوشش کرتی۔''

''آپ پھر ایک غیر ذمہ دارانہ بات کہہ رہی ہیں۔''

''میں مجبور ہوں اپنی شدید نفرت سے اور شدید ترین جذبہ انتقام سے۔''

''ہم سے تعاون کیجئے۔ آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔''

''کس طرح تعاون کروں۔''

''ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی تلاش ہے۔ جہاں بھی نظر آئے خود کوئی قدم اٹھانے کی بجائے ہمیں مطلع کر دیجئے۔''

''ہاں یہ ہو سکتا ہے۔''

''اس طرح ہو سکتا ہے آپ کی یہ شکایت بھی رفع ہو جائے گی کہ یہاں کوئی اچھی کمپنی نہیں ملتی۔''

''آپ..... ہاں آپ بہت کلچرڈ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''میں اپنی بات نہیں کر رہا.....!''

''کیوں؟ کیا آپ بھی عورتوں سے شرماتے ہیں۔ یہاں میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ عورتوں سے گفتگو کرتے وقت زیادہ تر مرد بوکھلائے بوکھلائے سے نظر آتے ہیں۔''

''صدیوں سے دونوں الگ الگ رہتے چلے آئے ہیں۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''ادھر کچھ دنوں سے بعض لوگ کسی قدر آزاد خیال ہو گئے ہیں۔''

''خیر بہر حال..... میں ایسا ہی کروں گی لیکن آپ کو کس طرح مطلع کیا جائے گا؟''

حمید نے اپنا کارڈ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''کسی نہ کسی نمبر پر مجھ سے یا میرے چیف سے ضرور رابطہ قائم ہو جائے گا۔''

''چیف کا کیا نام ہے.....!''

''لائیے کارڈ کی پشت پر لکھ دوں.....!'' حمید نے کہا اور فریدی کا نام لکھ کر کارڈ اسے

واپس کر دیا۔

وہاں سے روانگی کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ڈیش بورڈ کے خانے سے فون کا ریسیور نکالا اور محکمے کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے فریدی سے ملانے کو کہا۔ اندازہ تھا کہ فریدی نے ایکسچینج کو اپنی کالز کے بارے میں کچھ ہدایات ضرور دی ہوں گی۔

فریدی سے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور حمید نے جوڈیتھ گراہم کے بارے میں رپورٹ دی۔

''برٹرانڈ گراہم..... ہاں یہ نام تو کچھ سنا ہوا سا لگتا ہے۔ خیر میں اسے دیکھوں گا غالباً سائنٹسٹ ہی ہے.....! اچھا۔ سنو.....! اگر وہ تم سے وہ جگہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کرے تو ضرور دکھا دینا۔''

''لیکن میں نے اس سے کہا ہے کہ اگر وہ اسے کہیں دیکھے تو ہمیں مطلع کر دے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ اب واپس آفس جاؤ۔''

''آپ کہاں ہیں.....!''

اس کے جواب میں اس نے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سنی اور جھنجھلا کر رہ گیا۔

ان لوگوں میں سے اب صرف اوزاکا ہی باقی تھا جن کا ڈربی ہاؤز سے رابطہ رہتا تھا۔ اس نے مینجر کے پاگل ہو جانے کی اطلاع ڈربی ہاؤز تک بذریعہ فون پہنچائی۔ مینجر کے علاوہ اور کسی کو بھی ڈربی ہاؤز میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ بقیہ لوگ صرف فون کے ذریعے رابطہ رکھ سکتے تھے۔ اوزاکا کی کال جس نے بھی ریسیو کی تھی بہت طیش میں معلوم ہوتا تھا۔

''تم سب نارکارگی کا ثبوت دے رہے ہو۔ آخر وہ پاگل کیسے ہو گیا۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں کیا بتاؤں.....!'' اوزاکا نے بھی اپنے لہجے میں کرارا پن پیدا کرنے کی کوشش کی۔

''معلوم کرو.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''بہت بہتر.....!''

''اور ہاں.....! جبار کی عدم موجودگی میں جو کوئی بھی مینجر کی ذمہ داریاں سنبھالے گا وہ

ہم میں سے نہیں ہوگا۔ خیال رکھنا۔''

''بہت بہتر۔'' اب یہاں صرف میں ہی رہ گیا ہوں .....! تنہا کیا کر سکوں گا۔

''ٹھیک ڈھائی بجے.....! ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر مسٹر جیکسن سے مل کر اپنا کارڈ دینا تمہاری یہ دشواری بھی رفع ہو جائے گی۔ اسکے تعاون سے تمہیں فیمی کو بھی تلاش کرنا ہے۔''

''بہت بہتر۔''

''اس پر گہری نظر رکھو کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔''

''مجھے یقین ہے کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔''

''اسی اطمینان پر غافل نہ ہو جانا۔''

''میں خیال رکھوں گا جناب!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور بک سے لٹکا دیا اور بوتھ سے باہر آ گیا۔ اس نے یہ کال ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے کی تھی۔

آج کے اخبارات میں سے اس نے فیمی کے پاگل ہو جانے کی خبر دیکھی تھی اور مطمئن ہو گیا تھا کہ کرنل فریدی بالآخر بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا اور اب اسے خود اس کی بھی تلاش ہو گی۔ لیکن اب وہ اس سے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ یہ قدم تو اس نے محض فیمی کے تحفظ کی خاطر اٹھایا تھا ورنہ اسے یہاں کے قانون یا قانون کے محافظوں سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ وہ تو ان لوگوں سے انتقام لینے کے لیے شیطان کا ساتھی بھی بن سکتا تھا جنھوں نے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا اور جن کی وجہ سے ساری دنیا میں ایٹمی دوڑ شروع ہو گئی تھی۔

بہرحال اب اسے بہت زیادہ محتاط رہنا تھا۔ مقامی پولیس کی طرف سے بھی اور خود اپنی تنظیم کی طرف سے بھی..... تنظیم میں غداری کی سزا موت تھی اور وہ فریدی سے رابطہ قائم کر کے غداری کا مرتکب ہو چکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ تنظیم کے ایک بڑے کارکن کی دیوانگی کا سبب بھی بنا تھا۔ اسے علم تھا کہ دیوانگی کا اختتام موت پر ہوگا اسی بنا پر اس نے مینجر کو انجکشن دیا تھا کہ وہ اب ہوش میں تو آ ہی نہ سکے گا ورنہ اس کی زبان بند کرنے کے لیے قتل ہی کرنا پڑتا۔ کیونکہ اس نے ریوالور کے زور پر اس سے ڈربی ہاؤز والوں تک غلط اطلاع بھجوائی تھی۔

دو بجے تک جیسے تیسے وقت گزارنے کے بعد اس نے ریمپارٹ لمیٹڈ کے دفتر کی راہ

لی۔ٹھیک ڈھائی بجے وہ پرچیز آفیسر کے کمرے کے سامنے تھا کاغذ کے ایک ٹکڑے پر اپنا نام لکھ کر اس کے پاس بھجوایا اور پھر سامنا ہونے پر مخصوص کارڈ جس کی پشت پر دو آنکھیں بنی ہوئی تھیں اس کی طرف بڑھا دیا۔

جیکسن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنے اسسٹنٹ کو کچھ ہدایات دینے لگا۔اسسٹنٹ ایک فائیل میز پر سے اٹھا کر باہر چلا گیا۔

جیکسن اوزاکا کو چند لمحے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔''فی الحال پانچ افراد تمہارے چارج میں دیئے جاتے ہیں۔''

''بہت بہتر!''

''قواعد کے مطابق تم ان سے رابطہ قائم کرو گے۔''

''میں جانتا ہوں۔''

''یہ رہی فہرست! اس میں نام پتے اور فون نمبر موجود ہیں.....!'' اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

اوزاکا نے اسے دیکھے بغیر جیب میں رکھ لیا اور چپ چاپ کمرے سے نکل آیا۔ان کے درمیان یہی طریقہ رائج تھا۔غیر ضروری گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ نہ ملتے وقت مصافحہ کیا جاتا تھا اور نہ رخصت ہوتے وقت۔بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے دو اجنبی سرراہ ملے ہوں ایک نے وقت پوچھا۔ دوسرے نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا اور اپنی اپنی راہ لگے۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ریستوران میں داخل ہوا اور ایک ایسی میز منتخب کی جس کے آس پاس والی میزیں خالی تھیں۔

ویٹر کو چائے کا آرڈر دے کر جیب سے وہ کاغذ نکالا۔ جو کچھ دیر پہلے جیکسن سے ملا تھا۔ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ان پانچوں ناموں میں سے ایک بھی شناسا نظر نہ آیا۔

چائے پی کر ریستوران سے باہر نکلا۔اب ڈربی ہاؤز والوں کو مطلع کرنا تھا کہ وہ مسٹر جیکسن سے مل چکا ہے۔ ایک ڈرگ اسٹور کے فون پر وہاں کے نمبر ڈائیل کئے اور رابطہ قائم ہونے پر بولا۔''مسٹر جیکسن سے مل چکا ہوں۔''

''ان لوگوں کو کسی جگہ طلب کر کے خود کو ان سے متعارف کراؤ۔'' دوسری طرف سے

آواز آئی۔

''بہت بہتر جناب۔''

''ان کی مدد سے اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرو جس کی وجہ سے ہماری راہ میں دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں۔''

''بہت بہتر جناب!''

اس کے اسسٹنٹ کو ہر وقت نظروں میں رکھنے کی کوشش کرو۔ اسی کے توسط سے تم اس تک پہنچ سکو گے۔''

''میں سمجھ گیا۔ ایسا ہی ہوگا۔''

''تم ان لوگوں کو کہاں طلب کرو گے اور کس وقت۔''

''نیشنل پارک میں۔ پیپل کے درخت کے نیچے والی بنچ پر.....! وقت پانچ بجے شام.....!'' ''ٹھیک ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

بات ختم ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے ذہن کے عقبی حصے میں کوئی چیز کھٹک رہی تھی۔

گفتگو کا آخری حصہ الجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ ڈربی ہاؤز سے صرف احکامات صادر کئے جاتے تھے۔ یہ نہیں پوچھا جاتا تھا کہ ان احکامات کی تعمیل کس طرح ہوگی.....! تو کیا اس طرح وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کسی مخصوص وقت پر کہاں ہوں گا.....! اوہ تو یہ بات ہے.....! میں اسٹیل ملز میں ان کا تنہا کارکن باقی بچا ہوں اور اوسوا اور پتاموکی شناخت کے بعد اسٹیل ملز پولیس کی نظروں میں آ چکی ہے۔ تو کیا وہ محض اسی بنا پر خود اسے ٹھکانے لگا دینے کے امکانات پر غور کر رہے ہیں۔ اسے محتاط رہنا چاہئے۔ لیکن کس طرح؟ اسے کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے تھا جہاں محفوظ رہ سکتا۔ لیکن بے خیالی میں نیشنل پارک کے ایک ویران حصے کا تعین کر دیا تھا۔ وہاں تو بڑی آسانی سے مار لیا جائے گا۔ وہ پانچ ہوں گے اور وہ خود تنہا۔

اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ یا تو روپوش ہو جاتا یا ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کرتا.....! اسے والگو یاد آیا جسے خود اسی نے دیوانگی کا انجکشن دیا تھا اور اس گاڑی پر فائرنگ کی تھی جس میں دو افراد والگو کی نگرانی کرنے والوں کا تعاقب کر رہے تھے.....! کیا وہ دونوں افراد اتنے ہی اہم تھے کہ انہیں پولیس کی نظروں سے بچانے کے لیے خود اسے داؤ پر لگا

دیا جاتا اگر وہ دونوں نروس نہ ہو گئے ہوتے تو خود اس کا کیا حشر ہوتا۔ یقیناً وہی جو اوسوا اور پتاموکا ہوا تھا۔ وہ اتنی صفائی سے نکل نہ آیا ہوتا۔

اوزاکا نے پھر اپنی گاڑی ایک جگہ روک دی اور پشت گاہ سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک کیمرہ نکالا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا یہ اس کا اپنا ذاتی اسلحہ تھا اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ کیمرے کی شکل کا مشین پستول جس کا ایک بٹن دباتے ہی بٹ معہ ٹریگر باہر نکل آتا تھا اور مقابل کے سنبھلنے سے پہلے ہی فائرنگ شروع ہو جاتی تھی..... بہر حال اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ حالات کا مقابلہ کرے گا۔ کیمرہ نما مشین پستول کو بائیں شانے سے لٹکا کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی پھر حرکت میں آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے ان پانچوں سے یکے بعد دیگرے رابطہ قائم کر کے آگاہ کیا کہ انہیں ٹھیک پانچ بجے کہاں پہنچنا ہے۔

ابھی چار ہی بجے تھے لیکن وہ نیشنل پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔ قبل از وقت اپنے بچاؤ کے راستے بھی تو متعین کرنے تھے۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ سرے ہی سے وہم میں مبتلا ہو گیا ہو۔ بہر حال ہر صورت میں محتاط رہنا چاہئے۔

اتفاق سے وہ بنچ اسے خالی مل گئی جس کی نشاندہی ان پانچوں سے کر چکا تھا لہٰذا اس نے سوچا کہ اس پر فی الفور قبضہ کر لینا چاہئے تاکہ کوئی ادھر نہ آئے۔ پتھر کی بنچ تھی اور اس کے عقب میں مالتی کی گنجان جھاڑیاں تھیں۔ اس بنچ پر عموماً کوئی نیند کا مارا ہی قبضہ کرتا تھا.....! دوپہر کو تو اس کا خالی ملنا محال ہی ہوتا تھا۔

اوزاکا بھی کمر سیدھی کرنے کو لیٹ ہی گیا۔ گاڑی پارک کے باہر کھڑی کی تھی۔ بار بار گھڑی پر نظر ڈالتا تھا۔ پونے پانچ بجے یک بیک اٹھ بیٹھا اور تیزی سے مالتی کی جھاڑیوں کی طرف مڑا.....! ادھر بھی احتیاطاً دیکھ ہی لینا چاہئے اس نے سوچا اور اسکے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

بڑی آہستگی سے وہ جھاڑیوں کے اندر گھسا تھا اور دائیں بائیں نظر ڈال ہی رہا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر ضرب لگائی اور وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھتا چلا گیا۔

پتا نہیں کتنی دیر بعد ہوش آیا تھا..... سب سے پہلے گردن کے درد نے شعور کی سطح کو جھنجھوڑا تھا۔ اسکے ساتھ ہی بیہوش ہو جانے سے قبل کی پوزیشن یاد آئی تھی۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

کھلے آسمان کے نیچے نہیں تھا بلکہ اس کے سر پر ایک طویل وعریض چھت تھی۔ ان میں متعدد جگہوں سے ہلکی سبز رنگ کی تیز روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ایسی صورت میں اسے فوراً ہی اپنا مشین پستول کیوں نہ یاد آتا۔ لیکن وہ اب اس کے پاس نہیں تھا۔

موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن اس پر افسوس تھا کہ اپنوں ہی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

دفعتاً عجیب سی آواز سناٹے میں گونجی اور کوئی کہنے لگا۔ ''تم نے بہت ہوشیار بننے کی کوشش کی تھی اوزاکا..... اب اپنا اعمال نامہ سنو! اسکے بعد خود ہی اپنے لیے سزا بھی تجویز کرنا۔''

اوزاکا آواز کی سمت گھوما لیکن اس طویل وعریض ہال میں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے سراسیمگی کے اظہار سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کی دانست میں موت تو نہیں ٹل سکتی تھی۔ لہٰذا بے بسی کا اظہار کیوں ہونے دیا جائے۔ بدستور سینہ تانے کھڑا رہا۔

آواز پھر آئی۔ ''تم نے والگو کو انجکشن دیا تھا لیکن اس کی جیب سے وہ شناختی کارڈ نہیں نکالا تھا جس پر اس کے لیے کچھ ہدایات درج تھیں۔ تمہاری اس غفلت کی بنا پر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے۔''

''نہیں۔'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔''

''اب ایک جوابدہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' آواز آئی۔

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ آواز پھر آئی۔ ''جبار نے مطلع کیا تھا کہ وہ فیمی کی نگرانی کے لیے نیتا اسپتال گیا تھا۔ لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کر یہ جھوٹ ہے۔''

''مجھے اس سے کیا سروکار۔'' اوزاکا نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم جبار کو بیہوشی کی حالت میں ایک جگہ چھوڑ گئے تھے۔ وہ پاگل کیسے ہو گیا اوزاکا!''

''یہ بھی الزام ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''اوزاکا!'' اس بار کی دہاڑ سے اوزاکا بھی تھرا گیا۔

پھر وہ نکل بھاگنے کے کسی راستے کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا تھا۔

اس ہال میں کئی دروازے تھے لیکن ایک بھی کھلا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے باہر

سے بھی مقفل ہوں۔ اس نے سوچا۔

آواز پھر آئی ''کیا یہ غلط ہے کہ تم نے جبار کے سینے پر پستول رکھ کر اس سے وہ کال کرائی تھی۔''

''مم..... میں..... ایسا..... کک..... کیوں..... کرتا.....!'' اوزا کا ہکلانے لگا۔

''فیمی کو بچانے کے لیے..... پھر تم نے پولیس کو فون پر مطلع کیا۔''

''الزام.....! الزام.....!'' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

''خاموش! پوری بات سنو.....! تمہارے مشورے پر پولیس نے فیمی کے پاگل ہو جانے کی داستان گڑھی ہے وہ جہاں بھی ہے پوری طرح صحت مند ہے۔''

اوزا کا کھڑا ہانپتا رہا۔

''تم نے پولیس کو اور کیا بتایا ہے۔'' آواز آئی۔

''کچھ بھی نہیں!'' اوزا کا بے ساختہ بولا۔ اس نے کاندھے ڈال دیئے تھے۔

''ذہن پر زور دے کر یاد کرو.....!'' اس بار نرم لہجے میں پوچھا گیا۔

''ہیروشیما کے شہیدوں کی قسم میں نے تنظیم کے بارے میں اسے کچھ بھی نہیں بتایا۔ بس فیمی کو پاگل ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔''

''کس سے بات کی تھی؟''

''کرنل فریدی سے۔ محض فیمی کی حد تک..... گمنام کال تھی..... میں نے اسے نہیں بتایا کہ میں کون ہوں اور نہ یہی بتایا کہ ڈربی ہاؤز ہمارے رابطے کی جگہ ہے۔ ہیروشیما کے شہیدوں کی قسم اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔''

''لیکن اب فیمی تمہیں کیسے مل سکے گی۔''

''میں نہیں۔ میں نہیں جانتا۔''

''وہ تمہیں مل سکتی ہے.....!''

''کس طرح۔'' اوزا کا نے بیتابی سے پوچھا۔

''کرنل فریدی سے مل بیٹھنے کی کوشش کرو اور ہم سے بھی رابطہ رکھو..... پھر جب ہم کہیں اس کی رہنمائی ڈربی ہاؤز کی طرف کر دو۔''

''میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔''

''وہ روپوش ہو گیا ہے۔ ہم اس کا سراغ کھو بیٹھے ہیں..... یہ خطرناک صورتحال ہے۔ جس کے خلاف بھی وہ اس طریق کار کو اختیار کرتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے۔ یہی اس کی روائت رہی ہے۔''

''اب میں سمجھ گیا۔''

''وہ تمہاری دوسری کال کا منتظر ہو گا۔''

اوزا کا کچھ نہ بولا۔

''کیا سوچنے لگے۔'' آواز آئی۔

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں وہ دوسری کال کا منتظر ہو گا۔''

''بس تو پھر اس سے فائدہ اٹھاؤ فیمی بھی واپس مل جائے گی اور ہمارا کام بھی بن جائے گا۔ اسے کئی طرف سے گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن وہ بیحد چالاک ہے۔ صرف تم ہی ایک ایسا کارڈ ہو جس سے بازی جیتی جاسکتی ہے۔''

اوزا کا طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ہم جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی بھی تنظیم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم صرف دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔ فیمی کی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ ہر چند کہ تنظیم انتقامی جذبے کے علاوہ اور کسی جذبے پر یقین نہیں رکھتی لیکن تمہارے معاملے میں یہ رعایت دی جاسکتی ہے۔''

''جبار کے سلسلے میں جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اس پر نادم ہوں۔'' اوزا کا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''اوہ..... اسے بھول جاؤ۔ تنظیم سے تعلق رکھنے والے سارے مقامی آدمی محض حصول زر کے لیے ہمارے ساتھ ہوئے ہیں انہیں ہمارے کاز سے کوئی دلچسپی نہیں اور جبار تو اول درجے کا احمق تھا۔ یہ سارا کھیل اسی کی بیوقوفیوں کی بنا پر بگڑا ہے۔ جو کام اس نے تم لوگوں سے لیا تھا۔ مقامی آدمیوں سے لینا چاہئے تھا۔''

''آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔''

''اب فریدی پر ہاتھ ڈال دینا تمہارا مشن ہونا چاہئے۔''

''میں بالکل تیار ہوں۔ مجھ سے جو غلطی سرزد ہوئی اسکا مداوا اپنی جان دے کر کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم زندہ رہو گے اور اب جبار کا چارج تمہیں دیا جا رہا ہے۔''

''بہت بہت شکریہ! لیکن میں اس قابل نہیں ہوں.....!''

''نہیں تم قابل قدر ہو۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھی تم اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے....!''

اوزا کا تھوک نگل کر رہ گیا..... پھر آواز نہیں آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنا سر چکراتا ہوا سا محسوس ہوا۔ کسی قسم کی بُو بھی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ جس طرح یہاں لایا گیا تھا۔ اسی طرح واپس بھی جائے گا۔ وہ فرش پر بیٹھ گیا۔ آنکھوں تلے اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا اور پھر وہ ہر قسم کے احساس سے بیگانہ ہو گیا۔

چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں ملیں اور تاریکی میں گھورنے لگا۔ شاید وہ ایک بار پھر بیہوش ہو گیا تھا۔ ہاں یقیناً یہی بات تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ گفتگو کے اختتام پر اس نے کسی قسم کی بُو محسوس کی تھی اور اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ غالباً کسی کیس کی بُو تھی۔ لیکن اب وہ کہاں ہے؟ اس نے ادھر ادھر ہاتھ چلائے اور سیدھا ہو بیٹھا.....! وہ کوئی گاڑی تھی۔ کیا اس کی اپنی گاڑی؟ ٹٹول کر ڈیش بورڈ کو ہاتھ لگایا۔ کنجی اگنیشن میں موجود تھی۔ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ سے نیچے اترا.....! ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ہاتھ رینگ گیا۔ ٹارچ موجود تھی۔ پھر بھی مزید اطمینان کے لیے اس نے ٹارچ روشن کی۔ یہ اس کی اپنی گاڑی تھی۔ پھر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ گاڑی کے آس پاس گھومتا رہا۔ اس نے اپنی گاڑی نیشنل پارک کے پارکنگ پلاٹ پر کھڑی کی تھی۔ لیکن یہ وہ جگہ نہیں تھی۔ کچھ دیر وہیں کھڑا ادھر ادھر روشنی ڈالتا رہا پھر اگلی سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ پختہ سڑک تھوڑے فاصلے پر نظر آئی تھی لیکن یہ کوئی ویرانہ ہی تھا۔

گاڑی سڑک کے قریب پہنچی ہی تھی کہ عقب سے آواز آئی۔ ''بائیں جانب موڑ کر چلتے رہو..... نہیں..... کوئی حماقت نہ کرنا۔ میں نے تمہیں کور کر رکھا ہے..... کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔''

بولنے والا پچھلی سیٹ پر تھا۔ ایک بار پھر اوزا کا جسم سے پسینہ پھوٹنے لگا۔
اور اس نے چپ چاپ تعمیل کی۔ گاڑی بائیں جانب مڑی تھی۔
''کم از کم چالیس کی رفتار سے چلو۔'' عقب سے آواز آئی اور اس نے ایکسیلریٹر پر مزید دباؤ ڈالا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کون ہے اور کہاں سے ٹپک پڑا اس وقت تو نہیں تھا جب اسے پچھلی سیٹ پر ہوش آیا تھا۔
''تم کون ہو بھائی!'' اس نے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
''ایک راہ گیر اور اس معمے کو حل کرنا چاہتا ہوں.....!''
''کس معمے کو؟''
''وہی جو میری نظر سے گزرا ہے۔''
''میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔''
''بڑی عجیب بات ہے کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو جبکہ اس معمے کا ایک حصہ تم خود بھی ہو۔ کیا تم ساڑھے چار بجے نیشنل پارک کی پیپل والی بنچ پر نہیں لیٹے ہوئے تھے۔''
''یقیناً لیٹا ہوا تھا۔ تو پھر۔''
''تو پھر یہ کہ تم اٹھ کر ذرا دیر کو مالتی کی جھاڑیوں میں گئے تھے..... پھر میں نے دیکھا کہ دو آدمی تمہیں ایک اسٹریچر پر اٹھائے ہوئے جھاڑیوں سے برآمد ہوئے۔ لباس سے کسی ہسپتال کے ملازم معلوم ہوتے تھے۔ ایک ایمبولنس گاڑی میں وہ اسٹریچر رکھ دیا گیا جس پر تم بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ پھر ایمبولنس قریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کر کے ایک عمارت میں داخل ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ تمہاری گاڑی بھی وہیں پہنچا دی گئی۔''
''عجیب کہانی ہے۔'' اوزا کا تھوک نگل کر بولا۔
''غالباً دو گھنٹے بعد تم پھر بیہوشی کی حالت میں باہر لائے گئے اور تمہیں تمہاری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا گیا۔ پھر انہی میں سے ایک آدمی نے تمہاری گاڑی ڈرائیو کی اور اسے شہر کی ایک تاریک گلی میں پارک کر کے خود بھی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ کنجی اس نے اگنیشن ہی میں لگی رہنے دی۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوا۔ میں تمہاری گاڑی یہاں ویرانے میں لے آیا۔''

''آخر تم نے کیوں زحمت کی۔'' اوزاکا نے سوال کیا۔

''یہ معمہ حل کرنے کے لیے۔''

''تمہیں اس سے کیا سروکار۔''

''معمے حل کرنے کا شائق ہوں۔''

''لیکن میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں بھی کچھ بتایا جائے۔''

''میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ میرے ہاتھ میں پستول ہے۔''

''دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا کہاں کا انصاف ہے۔''

''میں نے اس وقت بہت محنت کی ہے۔ جس کا ثمرہ یہی ہونا چاہئے کہ معمہ حل ہو جائے۔''

''یہ محض مذاق تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ ایک ڈرامے کی ریہرسل تھی۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بیہوش نہیں تھے۔''

''ہرگز نہیں!'' اوزاکا نروس سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تمہاری آواز سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ سنتھیلک گیس کے زیر اثر رہ چکے ہو۔''

''اوزاکا نے طویل سانس لی اور پُر معنی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ضرور تنظیم ہی کا کوئی آدمی ہے اور اس کا مزید امتحان مقصود ہے۔''

''نہ اس سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا ہے اور نہ ہم قانون شکنی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پھر کسی کو کیا۔'' اوزاکا تھوڑی دیر بعد بولا۔

''تو وہ لوگ تمہارے دوست تھے۔'' عقب سے آواز آئی۔

''یقیناً۔ اس میں کیا شک ہے۔''

''اگر وہ تمہارے دوست ہوتے تو تمہیں ایسی جگہ بحالت بے ہوشی نہ چھوڑ جاتے جہاں دن دہاڑے صرف دس روپوں کے لیے قتل ہو جاتے ہیں۔''

''ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نادانستگی میں ایسا کیا ہو۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔''

''ختم کرو یہ قصہ!'' اوزاکا زبردستی ہنس کر بولا۔ ''اپنی اس نگہداشت کے صلے میں تمہیں

ایک بوتل کی قیمت دے سکتا ہوں۔ کون سی پیتے ہو۔''

''بلیک ڈنکی۔''

''یہ کیا چیز ہوئی۔''

''وہائٹ ہارس کے ٹکر کی ہوتی ہے۔''

''مسخرے بھی ہو!'' اوزاکا ہنس کر بولا۔

''بہت زیادہ۔ تمہارا جی خوش کرنے ہی کے لیے تو تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔''

''یہ مذاق ختم کرو!'' اوزاکا نے تلخی سے کہا۔ ''میں غدار نہیں ہوں۔ اسے ثابت کر دوں گا۔''

''تم سے ایسی ہی امید تھی۔''

''تو پھر بس اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔''

''نہیں دوست ابھی بعض نکتوں کی وضاحت کرنا باقی ہے۔''

''تو کرو۔ میں نے منع نہیں کیا۔''

''کہیں اطمینان سے بیٹھ کر۔''

''جو دل چاہے کرو۔'' اوزاکا بیزاری سے بولا۔ اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ تنظیم ہی کا کوئی فرد ہے۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیئرنگ کرتا رہا۔ پولیس کو اس نے خارج از امکان قرار دیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تھا۔

کچھ دیر بعد عقب سے آواز آئی۔ ''آگے دائیں جانب جو کچا راستہ ہے اس پر گاڑی موڑ دینا۔''

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ لیکن اس نے وہی کیا تھا جو اس سے کہا گیا تھا۔ کچے راستے پر گاڑی ہچکولے لینے لگی اور اوزاکا نے جھنجھلا کر کہا۔ ''لیکن کوئی ٹائر فلیٹ نہ ہو جائے۔''

''بے فکر رہو میں اسپیئر وہیل لگانے میں تمہاری مدد کروں گا۔''

اوزاکا نے دل ہی دل میں اسے ایک گندی سی گالی دی اور اسٹیئرنگ کرتا رہا۔

کچے راستے کی دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں بھی تھیں۔ اس لیے وہ صرف سامنے ہی دور تک دیکھ سکا تھا۔ یہ کچا راستہ نہ جانے کہاں جاتا تھا۔ ایک بار پھر تنظیم کے خلاف اس کے دل میں غبار اٹھنے لگا۔ کسی طرح مطمئن ہی نہیں ہوتے مردود اور اس نے سوچا ہیروشیما پر

ایٹم بم گرانے کی ذمہ داری پورے ملک پر نہیں تھی۔ وہ صرف چند افراد تھے۔ ساری دنیا کے افراد امن پسند ہیں۔ جب تک بہکائے نہیں جاتے فرشتوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور انہیں بہکانے کی ذمہ داری صرف چند افراد پر ہوتی ہے۔ وہ بڑی عقیدت سے ان دانشوروں کا اگلا ہوا زہر اپنی روح کی گہرائیوں میں اتار لیتے ہیں۔

''تم خاموش کیوں ہو گئے۔'' عقب سے آواز آئی۔ ''کوئی غلط بات تو نہیں سوچ رہے۔''

''نن..... نہیں۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔ ''غغ.....! غلط بات کیوں سوچوں گا۔''

''میں نے کہا شاید کچھ کر گزرنے کے امکانات پر غور کر رہے ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''بس ذرا دور اور..... پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کر سکیں گے۔''

''ضرور۔ ضرور۔''

ایک جگہ پچھلی سیٹ والے نامعلوم آدمی نے گاڑی روکنے کو کہا اور بولا۔ ''تاروں کی چھاؤں میں تم مجھے صاف دکھائی دے رہے ہو اس کا خیال رکھنا..... اب اترو گاڑی سے۔''

اوزاکا سوچ رہا تھا کاش ان مردودوں نے اس کا کیمرہ نما مشین پستول بھی واپس کر دیا ہوتا۔

تم مطمئن رہو۔ میں چپ چاپ چلوں گا۔ اوزاکا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے اپنے قریب ہی کھڑا نظر آیا۔ ریوالور کی نال اس کی کمر سے چبھ رہی تھی۔

وہ اسے ایک جانب لے چلا۔ جلدی ہی وہ کچی مٹی کی دیواروں اور پھوس کی چھت والے ایک چھوٹے سے مکان میں پہنچ گئے تھے۔ گمنام اجنبی نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔

اوزاکا نے کنکھیوں سے ریوالور والے ہاتھ کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اجنبی نے کہا۔

''ہاں پھر تم نے مجھ پر حملہ کر بیٹھنے کے امکان پر سوچنا شروع کر دیا ہے.....!''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔''

''اچھا تو پھر وہ لالٹین جلا دو۔ ماچس قریب ہی رکھی ہوئی ہے۔''

اوزاکا نے سوچا ٹھیک ہے۔ یہی لالٹین تمہارے منہ پر کھینچ ماری جائے گی۔

وہ جھک کر لالٹین جلانے لگا۔ لیکن اس سے بے خبر تھا کہ اجنبی اس کے سر پر پہنچ گیا ہے حتی کہ پستول کی نال بھی اس کی گدی سے جا لگی اور وہ چونک پڑا۔

''میں تمہارے خیالات صاف پڑھ رہا ہوں۔ لالٹین جلا کر چپ چاپ پیچھے ہٹ چلو۔''

اجنبی بولا اور اوزاکا طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر مڑتے ہی اس طرح بوکھلا کر پیچھے ہٹا تھا جیسے موت کا فرشتہ نظر آ گیا ہو۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' اجنبی نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

''کک.....کرنل.....!''

''شکر ہے کہ تم مجھے پہچانتے بھی ہو۔''

''لل.....لیکن.....!''

''بیٹھ جاؤ۔ اطمینان سے باتیں ہوں گی۔'' فریدی نے کہا۔ ''تمہیں اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے۔ میرے آلات سراغرسی عام آلات سے مختلف ہیں۔''

''مم.....میں نہیں سمجھا۔''

''تمہیں اسی پر تو حیرت ہوگی کہ میں یک بیک تم تک کیسے پہنچ گیا۔''

''یقیناً میں دن بھر مطمئن رہا تھا کہ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا۔''

''ایسا بھی ہوتا ہے۔ تم اس وقت سے میری نظروں میں رہے ہو جب مسٹر جبار کے ساتھ فیمی سمیت پولیس ہسپتال پہنچے تھے.....تم ان کے ساتھ اندر نہیں گئے تھے گاڑی ہی میں بیٹھے رہے تھے.....!''

''لیکن.....میں ایسی جگہ رہتا ہوں جہاں پہنچنے کے لیے ویرانے سے گزرنا پڑتا ہے اور وہاں تعاقب کرنے والوں کا پتا لگا لینا مشکل نہیں ہے۔''

''اوہ۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ میں کل بھی تمہارے پیچھے پھرتا رہا ہوں.....!''

وہ کچھ نہ بولا۔ فریدی نے کہا۔ ''جبار کی دیوانگی کی اطلاع ملنے کے بعد میں نے تمہاری طرف خصوصی توجہ دی تھی اور اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ فیمی کے سلسلے میں احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کا مشورہ تمہی نے فون پر دیا تھا۔ وہ محفوظ ہے۔''

''لل.....لیکن کیوں؟'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''آخر وہ کیا جانتی ہے جسے پوشیدہ رکھنے کے لیے وہ اس کی زندگی ختم کر دینا چاہتے تھے۔''

''سوال میں تم سے کروں گا؟''

''میں صرف اس کا تحفظ چاہتا تھا کرنل۔ اب تم مجھے مار ڈالو۔''

''تمہیں مار ڈالنے کے لیے میں نے اتنی محنت نہیں کی۔''

''ہاں تم مجھ سے اس تنظیم کے بارے میں معلوم کرنا چاہو گے۔''

''ظاہر ہے۔''

''ہم اس پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔''

''اور اگر میں ہی تمہاری تنظیم کے بارے میں بتانا شروع کر دوں تو۔''

وہ کچھ نہ بولا۔ البتہ سوالیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''میں تمہیں بتاؤں کہ تم لوگ بُری طرح بیوقوف بنائے جا رہے ہو۔''

''کیا مطلب۔''

''تم انہی لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو جنہوں نے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا۔''

''ناممکن۔'' غیر ارادی طور پر اوزاکا کی زبان سے نکل گیا۔

''فیمی تنظیم کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس کے بھائی کسی تنظیم کے رکن بھی تھے۔''

''پھر اسے مار ڈالنے کی کوشش کیوں کی گئی تھی۔ اگر تمہارا اسسٹنٹ بروقت نہ پہنچ گیا ہوتا تو جبارا سے وہ انجکشن ضرور دے دیتا جو موت سے پہلے ذہن پر دیوانگی طاری کرتا ہے۔''

اوزاکا نے کسی قدر غلط بیانی کی۔ وہ فریدی کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس نے انجکشن کا سامان پہلے ہی جبار کی جیب سے اڑا لیا تھا۔

فریدی نے اسٹار کا تازہ شمارہ اسکے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ''ذرا اس تصویر کو دیکھو...!''

''میں دیکھ چکا ہوں۔''

''اور شاید یہ بھی جانتے ہو کہ یہ فیمی کے فلیٹ میں دیکھا گیا تھا۔''

''نہیں۔'' اوزاکا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ حقیقت ہے!'' اور فیمی محض اس لیے مار ڈالی جاتی کہ اس نے اسے قریب سے دیکھا تھا اور اس کے بارے میں وہ بات بتا سکتی تھی جو دور سے دیکھنے والے نہ بتا سکتے۔''

''میں بالکل نہیں سمجھا کرنل۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ہے کون۔''

''ایک ایسے مجرم کا ہمشکل جو میری موجودگی ہی میں اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ یعنی مر گیا تھا۔''

''اس کا فیمی سے کیا تعلق۔''

''اس کے بھائیوں کا دوست ہے۔ اوسوا اور پتا مو نے اس کا تعارف فیمی سے اسی طرح کرایا تھا۔''

''میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔''

''اور اسی سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم لوگ بیوقوف بنائے جا رہے ہو۔ لیکن میں ابھی اسکی وضاحت نہیں کروں گا۔ ہوسکتا ہے میں نے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں جلدی کی ہو۔''

''لیکن تم نے ہیروشیما کا نام لیا تھا۔ میں یقین نہیں کرسکتا کہ اوسو یا پتا مو نے فیمی کو اس کے بارے میں کچھ بتایا ہو۔''

''میں تم سے متفق ہوں۔ فیمی کو ان معاملات کا علم نہیں لیکن تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ پتا مو کئی گھنٹے ہسپتال میں بیہوش پڑا رہا تھا اور کبھی کبھی بحالت بیہوشی چیخنے بھی لگتا تھا۔''

''بہتیری بے ربط باتیں اس کی زبان سے نکلی تھیں۔ جنھیں میں نے اپنے طور پر ترتیب دے کر کچھ نتائج اخذ کئے تھے۔ میں تمہارے ملک کے ان دہشت پسندوں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں جو ہیروشیما کی تباہی کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم لوگ بیوقوف بن رہے ہو۔''

''کس طرح یہ بھی تو بتاؤ۔''

''بہت جلدی بتا دوں گا..... تھوڑے سے شواہد اور اکٹھا کرلوں۔ ویسے اس کے بارے میں میرا نظریہ غلط نہیں ہوسکتا۔''

''تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے فی الحال مجھے بخش دو گے۔ گرفتار نہیں کرو گے۔''

''ہاں میں تمہیں گرفتار نہیں کروں گا۔''

''مجھے حیرت ہے۔''

''کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ اس عمارت میں اسی طرح کیوں لے جائے گئے تھے؟''

اوزا کا سوچ میں پڑ گیا۔ اگر وہ اس عمارت میں لے جانے کے اصل مقصد سے فریدی کو آگاہ کر دے تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ کیا اس طرح وہ اس کا مزید اعتماد حاصل نہ کر سکے گا۔ بس

پھر اس کے بعد اسے موقعے کا منتظر رہنا چاہئے۔

اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''فیمی کے سلسلے میں تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں۔''

پھر اس نے پوری روداد من وعن دہرا دی تھی۔''

''خوب۔ تو یہ قصہ ہے۔'' فریدی نے پُرتفکر انداز میں کہا۔

''تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے فی الحال تنظیم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی کہ کسی نہ کسی طرح تم پر قابو پایا جائے۔''

''جیرالڈ شاستری کا ہم شکل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''اس کے بارے میں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

جوڈیتھ گراہم نامی کسی لڑکی کے بارے میں کیا جانتے ہو۔''

''میرے لیے بالکل نیا نام ہے۔''

''تم آئندہ بھی مجھ سے فون پر رابطہ رکھ سکو گے۔''

''میں اپنی صحیح پوزیشن کا اندازہ نہیں لگا پا رہا۔''

''اور میں سوچ رہا ہوں کہ تم کسی حد تک میرا ساتھ دے سکو گے۔''

''اس کا فیصلہ میں اسی وقت کروں گا جب تم یہ ثابت کر دو گے کہ ہم لوگ بیوقوف بنائے جا رہے ہیں۔''

''بہت جلد ثابت کو دوں گا۔''

''اوزاکا خاموش ہی رہا۔ فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔'' تمہارا نام غالباً اوزاکا ہے اور اب تم اسٹیل ملز میں تنہا رہ گئے ہو۔ یعنی اب تمہارے ملک کا کوئی اور آدمی وہاں نہیں ہے۔''

''یہ غلط نہیں ہے۔''

''کیا میں فیمی کو بتا دوں کہ محض تمہاری وجہ سے اس کی جان بچ گئی۔''

''تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ کیا اس نے میرا ذکر نہیں کیا۔''

''نہیں۔ شاید سوچتی ہو کہ کہیں میں تمہیں گرفتار نہ کرلوں۔''

اوزاکا کچھ کہنے والا تھا کہ اس نے کسی کتے کی غراہٹ سنی۔ پھر ایسا لگا جیسے بیک وقت

کئی کتے کسی پر حملہ آور ہوئے ہوں۔ ٹھیک اسی وقت فریدی کے ریوالور سے ایک فائر ہوا اور الٹین کا شیشہ چور چور ہو گیا.....اندھیرا ہوتے ہی اوزاکا نے زمین پر لوٹ لگائی تھی اور ایک دیوار سے جالگا تھا۔ باہر سے فائروں کی پے در پے کئی آوازیں آئی تھیں۔ کتوں کا شور بھی برابر جاری تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کو بھنبھوڑے ڈال رہے ہوں۔ ایک بار پھر اوزاکا کے ذہن پر جھنجھلاہٹ طاری ہو گئی۔ مردودوں نے بالکل نہتا کر دیا تھا..... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن یہ ہوا کیا؟ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہ اس کی گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے؟ لیکن اس کی کیا ضرورت تھی کہ یہاں تک دوڑے آتے۔ فریدی کو گھیرنا تھا تو وہیں گھیر سکتے تھے جہاں اسے گاڑی میں ہوش آیا تھا۔ کتوں کا شور بدستور جاری تھا۔ لیکن اب فائر نہیں ہو رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ کتوں کی آوازیں بھی دور ہوتی چلی گئیں۔ اوزاکا جہاں تھا وہیں دم سادھے پڑا رہا اور اب پھر وہی پہلے کا سا سناٹا فضا پر طاری ہو گیا تھا۔

مزید کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر اس نے لیٹے ہی لیٹے دروازے کی طرف کھسکنا شروع کیا..... باہر بھی سناٹا تھا.....! کچھ دیر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتے رہنے کے بعد وہ اس سمت چل پڑا جدھر اپنی گاڑی چھوڑ آیا تھا۔

گاڑی من وعن اسی حالت میں ملی جس میں چھوڑی گئی تھی۔ اگنیشن کو ہاتھ لگایا۔ کنجی بھی موجود تھی۔ کانپتے ہوئے ہاتھ سے انجن اسٹارٹ کیا۔ اتنی دیوانہ وار ڈرائیونگ اس نے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ملک الموت اس کے تعاقب میں ہو۔

ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز بڑی کریہہ لگ رہی تھی۔ کیونکہ اس سے اس کی نیند میں خلل پڑا تھا۔ آنکھیں کھولے بغیر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا۔ گھنٹی تو بجتی رہی.....اس نامعقول آواز سے تو اسی صورت میں پیچھا چھوٹ سکتا تھا کہ وہ اٹھ کر کریڈل سے ریسیور اٹھا لیتا۔

بالآخر اٹھنا پڑا۔ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔ ''ہالو.....!''

''کون صاحب ہیں!'' دوسری طرف سے سہمی ہوئی سی ہوئی آواز آئی۔

''ساجد حمید۔''

''اوہ.....کیپٹن میں الطاف نگر کا ایس آئی بول رہا ہوں۔''

''فرمایئے۔''

''یہاں جنگل میں چھ لاشیں ملی ہیں.....ان میں ایک کتا بھی ہے۔''

''خوب!'' حمید سانس لے کر بولا۔ ''ایک کتے کی لاش ہے اور بقیہ پانچ۔''

''جی نہیں کتا الگ سے ہے۔''

''آپ کچھ گھبرائے ہوئے سے لگ رہے ہیں۔''

''اوہ جناب.....! چھ آدمیوں کی لاشیں اور ایک مردہ کتا۔''

''خدا کی پناہ۔ آپ اس وقت جنگل میں کیا کر رہے تھے صبح کے چھ بجے ہیں۔''

''واقعی شاید میں بہت گھبرایا ہوا ہوں۔'' دوسری طرف سے نروس سی ہنسی سنائی دی۔

''لہٰذا پہلے خود کو اچھی طرح سنبھال لیجئے۔''

''دراصل جنگل میں رات کو فائروں کی آوازیں سنی گئی تھیں اور صبح کسی نے فون پر اطلاع دی کہ جنگل میں لاشیں.....!''

''آپ نے خود دیکھی ہیں۔'' حمید اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''جی ہاں۔ اطلاع ملنے پر ہم گئے تھے۔ دراصل گمنام کال تھی۔ لیکن اس آدمی نے خصوصیت سے کہا تھا کہ آپ کو اطلاع دے دی جائے۔''

''اپنا نام نہیں بتایا تھا۔''

''جی نہیں اور ان میں ایک انگریز کی لاش بھی ہے۔''

''اور دوسرے؟''

''وہ مقامی ہی معلوم ہوتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔''

ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے حمید نے سوچا شاید کھیل شروع ہو گیا ہے۔ لیکن الطاف نگر کے ایس۔آئی کے توسط سے پیغام بھجوانا کیا معنی رکھتا ہے۔

بڑی پھرتی سے اس نے روانگی کے لیے تیار ہونا شروع کیا تھا۔ کچن سے کافی کا تھرماس اور کچھ سلائیس لیے اور آرمڈ کار میں آ بیٹھا۔ اس طرح ناشتہ اور ڈرائیونگ آپس میں گڈ مڈ ہو کر رہ گئے۔

ایس آئی تھانے میں اس کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ ایس آئی کے بیان کے مطابق لاشوں کی نگرانی کے لیے کچھ کانسٹیبل جنگل میں پہلے سے موجود تھے۔ یہ مسافت بھی جلدی طے ہو گئی۔ ایس آئی نے کہا۔ ''لاشوں کو ان کی جگہوں سے ہٹایا نہیں گیا۔'' حمید نے چھ لاشیں یکے بعد دیگرے مختلف مقامات پر دیکھیں۔ دو افراد گولیوں سے مرے تھے اور چار کے نرخرے ادھڑے ہوئے تھے۔

''یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آتا۔'' ایس آئی بولا۔ ''یہ چاروں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے درندوں کے شکار ہوئے ہوں۔''

''ہاں۔ وہ کتا کدھر ہے۔'' حمید نے چونک کر پوچھا۔

اور پھر کتے کی لاش دیکھ کر اس نے طویل سانس لی۔ یہ فریدی کے بہترین تربیت یافتہ کتوں میں سے تھا۔ چار کتوں کی اس ٹولی سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کے بارے میں حمید کا خیال تھا کہ اگر یہ کتے بول سکتے تو فریدی کی باتوں کا باقاعدہ طور پر جواب بھی دے سکتے.....! تو ان میں سے ایک مارا گیا۔

''اسے میری گاڑی میں رکھوا دیجئے۔'' حمید نے مردہ کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اور وہ لاشیں!''

''ظاہر ہے کہ پولیس ہسپتال جائیں گی۔''

''کاغذات کس طرح تیار ہوں گے جناب.....!''

''اس کی فکر نہ کیجئے.....! آپ نے لاشوں کی نشاندھی کی تھی۔ میں نے موقعہ واردات کا جائزہ لے لیا.....! اور آپ نے میرے ہی مشورے پر لاشیں یہاں سے ہٹا دیں۔''

''مم.....میں سمجھ گیا.....!''

''کتے کی لاش کا ذکر ضروری نہیں ہے۔''

ایس۔ آئی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''اس نسل کا کتا

پہلی بار میری نظر سے گزرا ہے۔''

''اسی لیے تو لے جا رہا ہوں۔ اس کی کھال اتروا کر محفوظ کرلوں گا۔''

ایس آئی شاید اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا تھا لیکن اس نے پھر کوئی سوال نہ کیا واپسی سے پہلے صرف اتنا کہا تھا۔''پتا نہیں.....وہ کال کس کی تھی۔''

''میرے ہی محکمے کا کوئی آدمی ہوگا۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔ گاڑی میں کتے کی لاش اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان ڈال دی گئی تھی۔

واپسی گھر ہی کی طرف ہوئی۔ کتے کی لاش کے بارے میں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ غالباً فریدی نے اسی لیے اس کو اطلاع بھجوائی تھی کہ ان لاشوں کے ساتھ کتے کی لاش بھی پولیس ہسپتال تک نہ پہنچ سکے۔

گھر پہنچ کر اس کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا کہ کتے کی لاش کو فریدی کی تجربہ گاہ کے سرد خانے میں رکھ کر دیتا۔ اس سے نپٹا ہی تھا کہ ایک ملازم نے قریب آ کر کہا۔''پتا نہیں کون بیوقوف تھا۔''

''کیا بک رہے ہو۔''

''جی ہاں۔ کئی بار فون پر بکواس کر چکا ہے۔''

''تم کیا بکواس کر رہے ہو۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''گھنٹی بجتی ہے۔ ریسیور اٹھاتا ہوں لیکن ادھر بس ایک ہی رٹ ہے..... کراؤن سگنل.....کراؤن سگنل.....!''

حمید کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اور وہ حیرت سے اس کی شکل تکنے لگا.....!

''آواز پہچانی تھی!'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں صاحب۔''

''پتا نہیں۔ کون بیوقوف تھا؟'' حمید نے آنکھیں نکال کر سوالیہ انداز میں کہا۔

''پھر اور کیا کہوں۔ وہی ایک رٹ..... میں کہے جا رہا ہوں کہ یہ کرنل فریدی صاحب کی کوٹھی ہے اور وہ بکے جا رہا ہے۔ کراؤن سگنل۔''

''بھاگ جاؤ۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ اسے ایسی ہی نظروں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوا تھا جیسے خدشہ ہو کہ اب بھونکتا ہوا جھپٹ بھی پڑے گا۔

اس کے چلے جانے کے بعد حمید کو پھر ہنسی آ گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی بھی کیا احتیاط کہ ملازمین تک بیوقوف سمجھنے لگیں۔

دراصل وہ فریدی ہی کی کال تھی۔ لیکن شاید کال ٹیپ کئے جانے کے خدشے کی بنا پر آواز بدلنی پڑی تھی.....اس پیغام کا مطلب یہ تھا کہ وہ مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر کراؤن پر رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا جیبی ٹرانسمیٹر تھا اور بیس میل کے دائرے کے لیے کارآمد سمجھا جاتا تھا۔

حمید نے کچھ ہی دیر بعد اسی ٹرانسمیٹر سے سگنل دیا اور اپنے سیٹ پر جوابی سگنل سن کر بولا۔ ''ہیلو۔ ہارڈ اسٹون.....زیٹو کالنگ.....!''

''ہارڈ اسٹون!'' سیٹ سے آواز آئی۔ ''کیا کر آئے ہو۔''

''اپنا مال اپنے ساتھ لایا ہوں۔ لاوارث مال یتیم خانے بھجوا دیا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''اب غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ یہ طریقہ کیوں اختیار کیا گیا تھا۔''

''کیا ایسے ہی خراب حالات ہیں۔ لیکن اسکا کیا کروں۔ فی الحال تو ریفریجریٹر میں رکھ دیا ہے.....!''

''راستے ہی میں کہیں ٹھکانے لگا دیا ہوتا.....!''

''میں سمجھا تھا شاید آپ آخری رسوم بھی ادا کریں گے۔''

''اسے ریکارڈ پر لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔''

''ہوا کیا تھا.....!''

''پھر بتاؤں گا اوور اینڈ آل.....!''

حمید نے بھی سوئچ آف کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ کے لیے شاید کوئی خاص ہدایت ضروری نہیں تھی۔ اسی لیے بات آگے نہ بڑھ سکی۔

دوسری صبح بڑی مشکل سے اوزاکا کی آنکھ کھلی تھی۔ پچھلی رات اس دشواری سے نکل

آنے کے بعد سیدھا اپنی قیام گاہ پر پہنچا تھا اور نیند اس پر غشی کی طرح طاری ہوگئی تھی۔

آنکھ کھلتے ہی پچھلی رات کے واقعات دوبارہ ذہن پر مسلط ہوتے چلے گئے۔ آخر وہ سب کیا تھا.....؟ اوہ..... گھڑی میں وقت دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ نو بجے تک سوتا رہا تھا۔ اسے ڈربی ہاؤز سے رابطہ قائم کر کے پچھلی رات کی رپورٹ دینی چاہئے۔

اس نے فون پر ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے..... کرتا ہی رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں ریسیور اٹھانے والا کوئی موجود ہی نہ ہو۔ قریباً دس منٹ تک کوشش کرتا رہا لیکن کامیابی نہ ہوئی، پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی ڈربی ہاؤز فون کر کے ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔ یہ بالکل انوکھی بات تھی۔ پتا نہیں کیا چکر تھا۔

پھر اس نے فریدی کے نمبر ڈائیل کئے..... لیکن ادھر سے لائن انگیج ہونے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر رک کر پھر کوشش کی۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کرنل فریدی سے ملاؤ!'' اس نے اپنی آواز تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''یور آئیڈنٹٹی پلیز!''

''کیا بتانا ضروری ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''جی نہیں۔ ایسی کوئی ہدایت نہیں ہے۔ لیکن ان کے لیے کالیں تو برابر چلی آ رہی ہیں۔ البتہ وہ کسی نمبر پر بھی نہیں مل رہے۔''

''خیر پھر دیکھوں گا!'' کہہ کر اوزاکا نے رابطہ منقطع کر دیا اور سوچنے لگا۔ تو پھر اب شہر ہی چلنا چاہئے۔ اسٹیل ملز سے پہلے ہی ایک ہفتے کی چھٹی لے چکا تھا۔

پچھلی رات والا ہنگامہ پھر یاد آ گیا۔ آخر ہوا کیا تھا۔ کیا وہ لوگ ان کے پیچھے لگے چلے آئے تھے اور کتوں کی مدد سے انہیں جنگل میں تلاش کیا تھا۔ فریدی تو نکل گیا تھا۔

لیکن وہ خاصی دیر تک اس کچے مکان ہی میں رہا تھا۔ آخر کوئی کتا وہاں بھی کیوں نہیں گھسا تھا۔ آوازوں کی بنا پر اس نے اندازہ لگایا تھا کہ کتے کئی عدد ہیں۔ مکان کا دروازہ کھلا ہی ہوا تھا۔ پھر کسی کتے نے اس طرف رخ کیوں نہیں کیا تھا۔

اسی ادھیڑ بُن میں مبتلا شہر کے لیے روانہ ہوا۔ نہ جانے کیوں اسے ایسا ہی محسوس ہو رہا

تھا جیسے اس کی زندگی بھی تھوڑی ہی رہ گئی ہو..... پتا نہیں پولیس کے ہاتھوں مارا جائے یا اپنے ہی آدمیوں کے توسط سے انجام کو پہنچے۔ ویسے فریدی کی یہ بات اس کے ذہن میں بُری طرح کھٹک رہی تھی کہ وہ بیوقوف بن رہے ہیں اور نادانستگی میں انہی لوگوں کے لیے کام کر رہے ہیں جو ہیروشیما کی تباہی کا باعث بنے تھے۔ دراصل تنظیم کا طریق کار کچھ ایسا تھا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں ہوتی تھی اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کو جواب دہ ہے۔ تو پھر تنظیم ہی کے بارے میں کیوں نہ معلومات حاصل کی جائیں۔ لیکن اگر فریدی کا خیال صحیح ثابت ہوا تو وہ کیا کرے گا۔ کس کا گریبان تھامے گا۔ فی الحال ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر جیکسن کے علاوہ اور کوئی بھی نظروں میں نہیں تھا اور وہ سفید فام بھی تھا لیکن اوزاکا اس کی قومیت کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکا تھا۔ لہجہ نہ امریکی تھا اور نہ انگلش! خیر دیکھا جائے گا۔ شہر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے اخبار خریدا اور اس میں اپنے مطلب کی خبریں تلاش کرنے لگا۔ خصوصیت سے اسے پچھلی رات والی فائرنگ کی فکر تھی۔ لیکن اسکے حوالے سے کوئی خبر نظر نہ آئی۔ یہاں ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے اس نے پھر ڈربی ہاؤز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر ڈالی لیکن ناکام رہا۔ وہی پہلے کی سی کیفیت تھی۔ یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب بھی کوئی ریسیور اٹھانے والا موجود نہ ہو۔

اس صورت حال نے نئے اندیشوں کو جنم دینا شروع کیا۔ کہیں وہ لوگ اس کے ساتھ بھی تو کوئی کھیل نہیں کھیل رہے۔ تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس طرح مرنا تو اسے ہرگز گوارہ نہیں تھا والگو مر گیا تھا یا جیسے مینجر جبار مرنے والا تھا۔ عجیب زہر تھا وہ بھی بعض لوگ چند گھنٹوں میں چٹ پٹ ہو جاتے تھے اور بعض لوگ دیوانگی کے عالم میں بھی کچھ دیر دن گزار کر مرتے تھے۔ شاید جبار بھی زندہ تھا ورنہ اخبارات میں اس کی موت کی خبر ضرور آتی.....! اوہ..... لیکن دیوانگی ہی کے بارے میں کونسی خبر آ گئی تھی۔ اخبارات نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ پولیس کی کسی احتیاطی تدبیر کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا ہو۔

اس نے اپنی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی اور پیدل ہی اس علاقے کی طرف چل پڑا جہاں فریدی کی کوٹھی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ مرنا تو ہے ہی پھر کچھ کر کے کیوں نہ موت کو گلے لگایا جائے.....! والگو کی نگرانی کرنے کے دوران میں وہ فریدی کے اسسٹنٹ کیپٹن حمید کو بھی دیکھ

چکا تھا۔ لہٰذا سوچ رہا تھا کہ شاید اسی سے ملاقات ہو جائے۔ ممکن ہے اسے علم ہو کر فریدی کہاں مل سکے گا۔ یا فون ہی پر اس سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکے گا۔

عجیب سی ذہنی خلش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ خود اپنی پوزیشن صاف نہیں ہے۔ یعنی وہ تنظیم کا ساتھی اب بھی ہے یا مقامی پولیس کو مدد دے رہا ہے۔

اسی کش مکش میں مبتلا فریدی کی کوٹھی کے قریب بھی جا پہنچا۔ لیکن اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کیا براہ راست ملنے کی کوشش کرنا مناسب ہو گا۔ ذہن نے نفی میں جواب دیا۔ کسی طرح بھی مناسب نہ ہو گا۔ کوٹھی کے سلاخوں دار پھاٹک کے قریب ہی رک گیا پھاٹک اندر سے بند تھا۔ حتیٰ کہ ذیلی کھڑکی بھی بولٹ تھی۔

دوپہر کا سورج سر پر تھا اور اس کی پرچھائیں گھٹ کر ڈیڑھ یا دو فٹ سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی اور عجیب اتفاق تھا کہ اس وقت اس کی نگاہ اپنی پرچھائیاں ہی پر جمی ہوئی تھی۔ اچانک اسے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے اس کی پرچھائیں سے ایک دوسری پرچھائیں نکل رہی ہو۔ وہ چونک پڑا اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس دوسری پرچھائیں کو دیکھتا رہا۔ جواب پھاٹک کے اندر رینگ گئی تھی اور آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لیکن وہ کس کی پرچھائیں تھیں۔ اس کے آس پاس کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اس کے لیے یہ ایک بالکل ہی نئی سچویشن تھی پرچھائیں خود اس کی پرچھائیں سے جدا ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اپنی پرچھائیں وہیں تھی۔ جہاں اسے ہونا چاہئے تھا۔

اس نے جبار سے پرچھائیوں والے تجربے کے بارے میں سنا تھا۔ لیکن اس نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی تھی کہ وہ کسی شخص کی پرچھائیں سے برآمد ہو کر تباہیاں پھیلاتی ہے۔ وہ اس متحرک پرچھائیں کو دیکھتا رہا۔ یہ بھی بھول گیا تھا کہ خود کہاں کھڑا ہے۔

جیسے ہی وہ پرچھائیں عمارت کے ایک حصے پر پڑی ایک زبردست کڑاکا ہوا اور عمارت کا وہ حصہ دیکھتے ہی دیکھتے ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ اوزاکا اچھل کر بھاگا.....! پھر یہ دیکھنے کا ہوش کہاں تھا کہ وہ پرچھائیں کدھر گئی..... عجیب افراتفری کا عالم تھا لوگ چیخ رہے تھے ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے اور اسی شور میں بے شمار کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔

اوزاکا دوڑتا رہا..... لیکن پھر اس خیال کے تحت جھٹکے کے ساتھ رک گیا کہ وہ کسی ویرانے

میں دوڑ نہیں لگا رہا۔ شہری آبادی میں ہے کہیں لوگ اسی کے پیچھے نہ دوڑنا شروع کر دیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ عجیب سی بدحواسی ذہن پر مسلط تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی گاڑی تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔ اپنی پرچھائیں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا چل رہا تھا.....! لیکن اس کی پرچھائیں تو اس وقت بھی اپنی پوزیشن ہی میں رہی تھی جب دوسری پرچھائیں نے فریدی کی کوٹھی میں داخل ہو کر قیامت ڈھائی تھی.....! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔

ایسے رخ پر چل رہا تھا کہ اس کی پرچھائیں اس کے آگے ہی تھی۔ اچانک بائیں جانب سے دوسری پرچھائیں اس کی پرچھائیں پر جھپٹی اور پھر اسی میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ وہ ایک بار پھر اچھل کر بھاگا اور آس پاس کے لوگ اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

بدقت تمام ایک ریستوان تک پہنچا تھا اور اس کی کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا جو پہلے نظر آئی تھی۔

کیپٹن حمید نے کراؤن ٹرانسمیٹر پر سگنل دیا۔ تھوڑی دیر بعد سگنل کا جواب آیا وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں فریدی کو رپورٹ دینے لگا۔

''آپ کا کتا خانہ بالکل تباہ ہو گیا۔ بہت تھوڑے سے کتوں کی جانیں بچائی جا سکی ہیں۔''

''کیا بک رہے ہو.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''پرچھائیں..... پرچھائیں۔''

''کیا مطلب.....!''

''ایک زبردست کڑاکا ہوا تھا اور کتے خانے کی چھت دیواروں سمیت بیٹھ گئی کچھ دب گئے اور کچھ نکل کر کمپاؤنڈ اور عقبی پارک کی طرف بھاگے۔ ملازموں کا بیان ہے کہ ایک انسانی پرچھائیں ان کتوں کے پیچھے دوڑتی پھرتی رہی۔ پھر کئی کتے خود بخود گرے اور ختم ہو گئے۔ بس وہی بچ سکے ہیں۔ جو عقبی پارک والی جھاڑیوں میں گھس گئے تھے۔''

''تم کہاں تھے؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں باہر تھا۔''

''اب کہاں ہو.....!''

''اب بھی باہر ہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ سارے ملازموں کو بھی وہاں سے ہٹا دو جو کتے زندہ بچے ہیں انہیں محکمے کے ٹرینر کے حوالے کر دو اور مقفل کر دو کوٹھی کو۔''

''سانپوں اور دوسرے جانداروں کے لیے کیا ہوگا۔''

''انہیں وہیں رہنے دو۔ میں خود ان کی دیکھ بھال کرلوں گا۔''

''صرف میں باقی رہا جاتا ہوں۔'' حمید بے بسی سے بولا۔

''ضرور باقی رہو۔'' اس نے فریدی کے قہقہے کی آواز سنی۔

''آپ ہنس رہے ہیں۔'' وہ بھنا کر بولا۔

''بہت دنوں کے بعد ایسی تفریح ہاتھ لگی ہے۔''

''اگر شہر کی اونچی اونچی عمارتیں گرنے لگیں تو کیا ہوگا۔''

''انٹر سروسز انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے پوچھو۔''

''تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ انہیں پہاڑیوں پر سے ہو رہا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھ سے پچھلی رات والی جھڑپ کا انتقام لیا گیا ہے۔''

''اس پر غور کیجئے۔ وہ شہر میں بھی تباہی پھیلا سکتے ہیں۔''

''اور حکومت کو دھمکی دے سکتے ہیں کہ اگر میں ان کے حوالے نہ کر دیا گیا تو وہ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلا دیں گے۔''

''پھر کیا ہوگا.....!''

''خدا جانے.....! تم خود اپنی حفاظت کرو۔''

''یعنی کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ رہوں.....!''

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ کیا میں کسی گوشے میں چھپا بیٹھا ہوں۔''

''اوہ۔ واقعی میں حماقت کی باتیں کر رہا ہوں۔ اچھا میں بھی وہی کروں گا جو آپ نے کیا ہے۔ لیکن پچھلی رات کیا ہوا تھا۔''

''مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن چار کتوں نے ان کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔

ان میں سے ایک مارا گیا۔ اب صرف تین کتے میرے ساتھ ہیں اور میں تنہا اس معاملے کو دیکھ رہا ہوں۔''

''دیکھئے مجھے یہ معاملہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تنہا خطرے میں پڑیں.....!''

''مجھے اپنا کوئی آدمی ضائع نہیں کرانا ہے۔''

''خواہ خود ضائع ہو جائیں۔''

''ہاں یہ ممکن ہے۔''

''آئندہ نسلیں آپ کو سنکی دی گریٹ کے نام سے یاد کریں گی۔''

''اوور اینڈ آل'' کہہ کر فریدی نے گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا۔

حمید پہلے ہی کوٹھی کو مقفل کرا چکا تھا اور اس وقت فریدی کو ایک پبلک پارک سے کال کرنے کی کوشش کی تھی اور جلد ہی کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ فریدی کے اس وقت کے رویئے نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ اب اسے خود ہی کچھ کرنا ہے۔ قدم قدم پر ہدایات نہیں ملیں گی۔ بہر حال اب یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے اصل تشخص کو ختم کر کے عام آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو جائے۔ ورنہ اب اس پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔

آرمڈ کار اب بھی اس کے استعمال میں تھی۔ سب سے پہلے تو اس سے پیچھا چھڑانا چاہئے۔ کیونکہ وہ سیکڑوں گاڑیوں کے درمیان دور ہی سے پہچانی جا سکتی تھی۔ اسے فریدی کے دوسرے ٹھکانے یاد آئے.....ارجن پور والے فلیٹ میں میک اپ کا پورا سامان بھی موجود ہو گا اور وہ اس وقت ارجن پورے ہی سے قریب تھا۔ فلیٹ تک چند منٹ کا پیدل سفر۔ آرمڈ کار جہاں پارک کی تھی وہیں کھڑی رہنے دی اور پیدل ہی ارجن پور کی طرف چل پڑا۔ ارجن پور کے ڈاکخانے سے وہ آفس فون کر سکتا تھا کہ آرمڈ کار جہاں کھڑی ہے وہاں سے ہٹا کر آفس پہنچا دی جائے۔ اس کی دوسری کنجیاں بھی آفس ہی میں موجود تھیں۔ لہٰذا اس کی بھی ضرورت نہیں تھی کہ وہ گاڑی لے جانے والے کو اپنی تحویل والی کنجیاں دیتا۔

قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ارجن پورے والے فلیٹ سے برآمد ہوا اور اب بیحد قریب سے دیکھنے والے بھی اسے کیپٹن حمید کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتے تھے۔ چال میں ہلکی سی

لنگڑاہٹ بھی پیدا ہوگئی تھی..... وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی اس کی ضرورت ہے کہ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو اس حادثے سے آگاہ کر دیا جائے۔ پتا نہیں فریدی نے طنز کیا تھا یا یہی چاہتا تھا کہ وہ اس واقعے کی اطلاع آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل تک ضرور پہنچا دے۔ اپنے ڈی۔آئی جی کو تو پہلے یہ مطلع کرتے ہوئے وضاحت کر دی تھی کہ وہ خود موقعہ واردات پر نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بھی ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی کہ مجرموں کا یہ اقدام محض ایک دھمکی ہے کہ اگر ہم لوگوں نے پہاڑوں والے کیس سے متعلق اپنا نظریہ تبدیل نہ کیا تو وہ اس سے بھی زیادہ بھیانک کوئی قدم اٹھائیں گے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ محض اس فلم کی وجہ سے اتنی بات بڑھی تھی۔ اگر صرف فلم والوں ہی پر زور دیا گیا ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا..... وہ پھر ارجن پورے کے پوسٹ آفس میں پہنچا اور فون پر ڈائریکٹر جنرل سے براہ راست گفتگو کرنے کی کوشش کرنے گا.....! لیکن اس سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ آخر اس نے اپنے ڈی۔آئی۔جی کے نمبر ڈائیل کئے ..... آفس سے معلوم ہوا کہ گھر پر ہے..... رابطہ قائم ہو گیا اور حمید نے آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو اطلاع دینے کے بارے میں فریدی کا خیال ظاہر کیا۔

''میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔''کرنل نے طنز کیا ہوگا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ احساس بے بسی میں مبتلا ہو جائے گا اور ہاں میں تمہارے اس خیال سے متفق ہوں کہ مجرم فریدی سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ یا تو اپنی کارروائی کا رخ بدل دے یا پھر اس کیس ہی سے دستبردار ہو جائے۔ تم کسی طرح میرا اس سے رابطہ قائم کرا دو۔''

''بہت بہتر جناب! میں کوشش کروں گا۔ ویسے آپ انہیں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔''

''میں نہیں چاہتا کہ شہر خلفشار کا شکار ہو جائے گا۔ اس لیے مل بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہئے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''کتوں پر انھوں نے اس لیے غصہ اتارا کہ کتوں ہی کی وجہ سے وہ فریدی پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔''

''جی ہاں..... میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''لیکن بات اس سے بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ حکومت کو بھی دھمکایا جا سکتا ہے۔ کیا

بڑی سے بڑی فوج بھی ان پر چھائیوں کا سامنا کر سکے گی۔''

''میری عقل کام نہیں کر رہی جناب۔'' حمید لمبی سانس کھینچ کر بولا۔''کیا ہم پسپائی اختیار کریں گے۔''

''ابھی اس معاملے کی نوعیت ذاتی ہے۔یعنی وہ صرف فریدی پر ہاتھ ڈالنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔''

''تو پھر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ وہ کسی طرح بھی اس سے باز نہیں آئیں گے۔ پتہ نہیں کرنل کے پاس ان کے خلاف کتنا مواد ہے۔جس کا علم ان کی دانست میں کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کرنل کو قابو میں کر لینے کے بعد انہیں اور کسی کی پرواہ نہ ہو گی اور وہ اپنا کام جاری رکھ سکیں گے۔''

''اور اگر وہ انہیں نہ مل سکا تو شہر میں تباہی پھیلائیں گے۔''

''دونوں ہی صورتیں گوارہ نہیں کی جا سکتیں.....!''

''اس بحث میں نہ پڑو۔اسے مجھ سے ملانے کی کوشش کرو۔''

''میں کوشش کروں گا جناب!''

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

اوزاکا اس وقت سے شہر ہی میں چکر کاٹتا رہا تھا۔لیکن گاڑی سے اترنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔دھوپ سے بھی بچ رہا تھا کہ پرچھائیں کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے۔جب بھی اپنی پرچھائیں سے دوسری پرچھائیں کے نکلنے کا منظر یاد آتا پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگتی تھیں۔

گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے شام کا اخبار خریدا اور پھر اسے وہ خبر مل ہی گئی جس کا انتظار تھا۔جنگل میں پائی جانے والی چھ لاشوں میں سے ایک کی شناخت بھی ہو گئی تھی.....! پانچ مقامی آدمی تھے جن کی شناخت نہیں ہو سکی تھی۔ چھٹا ایک سفید فام غیر ملکی تھا اور وہ ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر جیکسن والکوٹ کی حیثیت سے پہچانا جا چکا تھا۔دو افراد گولیوں سے مرے تھے اور چار کی گردنیں کسی درندے نے بھنبھوڑ ڈالی تھیں۔اوزاکا کو کتوں کی غراہٹیں

یاد آئیں..... تو کیا وہ فریدی ہی کا کارنامہ تھا۔ کیا اس کے ساتھ کتے بھی تھے اگر تھے تو بہترین قسم کے تربیت یافتہ ہوں گے کیونکہ اسے وہاں ان کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہو سکا تھا..... بہرحال وہ آدمی بھی ختم ہو گیا جس کے توسط سے دوسروں تک پہنچنے کا امکان ہو سکتا تھا۔ جیکسن والکوٹ اب وہ جلد از جلد اپنی اس قیام گاہ کی طرف نکل بھاگنا چاہتا تھا جو ویرانے میں واقع تھی۔

راستے بھر پچھلی رات کے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا اور وہ پر چھائیں تو اس کے ذہن پر مسلط ہو کر رہ گئی تھی۔ آخر وہ لوگ جنگل میں کس طرح آ پہنچے تھے۔ بہرحال ایک شبہے نے اس کے ذہن میں سر ابھارا تھا اور وہ جلد از جلد اس کی تصدیق کر لینا چاہتا تھا۔ گھر پہنچ کر گاڑی کو سیدھا گیراج میں لیتا چلا گیا۔ پھر گاڑی سے اتر کر گیراج کا دروازہ بند کیا ٹارچ ہاتھ میں تھی۔ ورنہ یہاں تو اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا..... ٹارچ روشن کئے ہوئے گاڑی کے نیچے گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر جلد ہی اسے وہ چیز نظر آ گئی جس کی موجودگی کا شبہ اسے راستے بھر پریشان کرتا رہا تھا۔ یہ مقناطیسی فریم والا ایک الیکٹرونک بگ تھا جو مڈگارڈ میں اندر کی طرف چپکا ہوا تھا۔ اسے چھیڑے بغیر چپ چاپ گاڑی کے نیچے سے نکل آیا۔ اسی الکٹرونک بگ نے ان کی رہنمائی کی ہو گی اور وہ گاڑی تک پہنچ گئے ہوں گے۔ پھر گاڑی سے اس کچے مکان تک پہنچنا کیا مشکل تھا۔ لیکن فریدی کے ٹرینڈ کتوں نے کھیل بگاڑ دیا ورنہ ان کی کامیابی یقینی تھی۔ پتا نہیں چھ ہی تھے یا کچھ اور بھی جو ان کتوں سے بچ نکلے ہوں۔

گیراج سے نکل کر جنریٹر چلا دیا۔ روشنی اور ٹیوب ویل کے لیے بجلی اسی سے فراہم کی جاتی تھی۔

پھر لیونگ روم میں داخل ہو کر وہاں کی بجلی جلائی اور جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا کیونکہ سامنے ہی فریدی صوفے پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اوزا کا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ فریدی اٹھ کر اس کے قریب آیا اور جیب سے ایک پرچہ نکال اس کی طرف بڑھا دیا۔ پرچے میں تحریر تھا۔

''مجھے شبہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی ایسی ڈیوائیس موجود ہے
جس نے پچھلی رات ان تک ہماری گفتگو بھی پہنچائی تھی اور اسی

ڈیوائیس کی رہنمائی میں ہم تک پہنچ گئے تھے۔لیکن تمہیں علم نہیں کہ وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ غالباً تمہارے لباس کے ساتھ یہ کارروائی اس وقت ہوئی ہو گی جب تم بیہوش تھے۔کل بھی تو تم نے یہی کوٹ پہن رکھا تھا۔بس یونہی خاموش کھڑے رہو۔ میں معلوم کرلوں گا۔''

تحریر پڑھ کر اوزاکا نے کچھ کہنا چاہا۔لیکن فریدی نے پھر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ڈیوائیس ڈنکٹر نکال کر اس کے کوٹ سے جگہ جگہ مس کرنے لگا۔ ڈنکٹر سے ہلکی سی بھنبھناہٹ پیدا ہونے لگتی تھی۔ جیسے ہی وہ سینے کی طرف لایا۔ یہ آواز کسی قدر تیز ہو گئی اور وہیں فریدی نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ پھر اشارہ کیا کہ وہ اپنی قمیض کے بٹن کھول دے۔ ڈنکٹر اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔اوزاکا متحیرانہ انداز میں اس کے اشاروں پر عمل کر رہا تھا۔قمیض کے بٹن کھلتے ہی وہ لاکٹ دکھائی دیا جو اس کی گردن سے لٹک رہا تھا۔

فریدی نے اشارہ کیا وہ اسے اتار کر میز پر رکھ دے اور اسکے ساتھ باہر نکل چلے۔ اوزاکا نے بُرا سا منہ بنا کر اسکی یہ خواہش پوری کردی۔ دونوں باہر نکلے اور کھیتوں میں اترتے چلے گئے۔

''اب تم مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ سب کیسے ہوا تھا۔'' اوزاکا ہانپتا ہوا بولا۔

''اُسی لاکٹ کی رہنمائی پر وہ وہاں پہنچے تھے۔ دو میری گولیوں سے مرے اور چار کو کتوں نے سنبھال لیا۔''

''لیکن وہ لاکٹ سالہا سال سے میرے گلے میں پڑا ہوا ہے۔میری ماں کی تصویر ہے اس میں۔''

''انہوں نے اسے کھول کر اس میں کچھ اور بھی رکھ دیا ہے۔ میں ابھی تمہیں دکھا دوں گا۔لیکن اس کے قریب تم خاموش ہی رہو گے۔''

''گاڑی میں بھی ایک بگ لگا ہوا ہے۔پچھلے مڈگارڈ میں اندر کی طرف۔''

''وہ ان کا نہیں میرا ہے۔ میں نے لگایا تھا تاکہ تمہارے بارے میں میں باخبر رہ سکوں۔''

''اوزاکا طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا۔''دوسرے معاملے میں بھی بالکل بے قصور ہوں۔''

''دوسرا کون سا معاملہ.....!''

''وہ تمہاری کوٹھی کا انہدام.....!''

''میں نے کب کہا ہے کہ تم براہ راست اس کے ذمہ دار ہو.....فکر نہ کرو وہ مجھے اس طرح بھی خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ خیر تم فیمی کی خیریت دریافت کرنا چاہو گے وہ معمول پر آ گئی ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کے بھائی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ لیکن تم ہرگز ایسے نہیں ہو۔ وہ تمہیں فرشتہ سمجھتی ہے.....!''

''اوزاکا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا سینہ پھٹ جائے گا۔ عجیب سا طوفان دل کی گہرائیوں سے اٹھا تھا۔ اس نے سوچا تنظیم جائے جہنم میں..... وہ فیمی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے سے حتی الامکان گریز کرے گا۔''

''کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری کوٹھی کیسے برباد ہوئی۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ملازموں نے ایک پرچھائیں دیکھی تھی۔'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔

''لیکن یہ نہیں دیکھ سکے ہوں گے کہ پرچھائیں آئی کہاں سے تھی۔''

نہیں وہ تو اس حصے کے انہدام کے بعد باہر آئے تھے۔''

وہ پرچھائیں میری پرچھائیں سے نکلی تھی اور تباہی پھیلا کر پھر اسی میں ضم ہو گئی تھی۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

اوزاکا اسے تفصیل سے بتانے لگا اور پھر بولا۔'' میں نے دن میں کئی بار تم سے فون پر گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی اور جواب نہ ملنے پر سوچا تھا کہ کہیں تم ان کے ہاتھ لگ ہی نہ گئے ہو۔ اس لیے میں تمہاری کوٹھی کی طرف گیا تھا کہ کسی طرح معلومات حاصل کروں۔''

''بڑی عجیب بات بتائی ہے تم نے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

''اب بتاؤ میں کیا کروں..... یہ پرچھائیں مجھی سے کیوں چمٹ گئی ہے۔''

''اسے دیکھنا پڑے گا اوزاکا.....! کہیں وہ ڈیوائیس ہی اس کا ذریعہ بھی نہ بنی ہو جو تمہارے لاکٹ میں موجود ہے۔''

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو اب میں اسے نہیں پہنوں گا۔''

''میرا مشورہ اس کے خلاف ہوگا۔ اگر تم نے لاکٹ اتار دیا تو وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر شاید تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے۔''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ فیمی میری بہت بڑی کمزوری بن گئی ہے۔ میں نے تنظیم کے لیے جان دینے کی قسم کھائی تھی۔''

''وہ لوگ فراڈ ہیں اوزاکا۔ تمہارے ملک کے دوست نہیں ہیں۔ بس ہیروشیما کے نام پر انھیں کچھ جاں نثار مل گئے ہیں۔ میں تو مفت کے مزدور کہوں گا۔ تمہاری مدد سے خطرناک حربے ایجاد کرتے ہیں اور پسماندہ ممالک کو دہشت زدہ کر کے وہاں اپنی فیکٹریاں قائم کرتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے ملک کو بھی فروخت کر دیں۔''

''بین الاقوامی ٹھگوں کے چکر میں پڑ گئے ہو تم لوگ، میں کسی دن ثابت کر دوں گا۔''

''اب تو مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔'' اوزاکا بڑے خلوص سے بولا۔

''فی الحال تم لاکٹ کو پہن لو۔ پھر میں دیکھوں گا۔ اسے کھولنے کی کوشش بھی مت کرنا۔''

''تمہاری مرضی۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

پھر وہ خاموش ہو گئے۔ رات بھی صدیوں طویل خاموشی کا بوجھ اٹھائے ہانپ رہی تھی۔

ختم شد